اطلاع ضروری

۱ ۱۸۸۸ء تو ختم ہوگیا اور ۱۸۸۹ء کے دو ہفتہ باقی ہین - مگر اکثر حضرات نے چندہ رسالہ حسن سے مینیجر کو مشکور نہین فرمایا - امید کہ بہت جلد مینیجر کو شکریہ کا موقع دینگے اور جن حضرات نے زر چندہ ارسال فرمایا اونکا نام گرامی مع شکریہ ذیل مین درج کیا جاتا ہے

۲ اس رسالہ کی قیمت خریداران ممالک محروسہ سرکار عالی زر مبادلہ اور خریداران ممالک انگریزی بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماکے مینیجر کو ممنون فرمائین -

۳ ناظرین اپنے تبادلہ مقامات سے دفتر کو اطلاع فرماتے رہین - بسا اوقات عدم وقفیت مقام سے رسالہ نہین پہونچتا ہے یا واپس آتا ہے -

۴ اگرچہ رسالہ حسن چند اخبارات کے معاوضہ مین بھیجدیا جاتا ہے - مگر یہ تو نہین ہوسکتا کہ تمام ہندوستان کے اخبارات کا معاوضہ اس رسالہ سے ہوسکے - مگر اکثر صاحبان مطابع اخبارات ارسال فرماکے معاوضہ مین رسالہ حسن طلب کرتے ہین - ہم اون حضرات کا معاوضہ بھی قبول کرینگے - جو صاحب اپنے اخبار مین ماہواری ایکبار رسالہ حسن کا اشتہار جو عند الطلب علیحدہ مرسل ہوگا طبع فرمائین -

رسید زر

جناب ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر کے سی ایس آئی - ال - ال - ڈی ... [illegible]
جناب دنر کلر میک انسٹرکشن مدراس [illegible]
جناب ہز ہائینس پرنس آف آرکاٹ ... [illegible]
جناب ابراہیم احمدی اسسٹنٹ انجنیر ... [illegible]
جناب غلام حسین صاحب مرتسریہ ... [illegible]
جناب سیف الحق صاحب لوید ... [illegible]
جناب مولوی خواجہ محمود صاحب [illegible] [illegible]

جناب راجہ کشن پرشاد بہادر پیشکار عہ | رام چند نرائن عملدار .... عہ
جناب سید محمد عبد القادر صاحب وکیل عہ | جناب میر کاظم علی صاحب مددگار لعہ
جناب رام لال پورنمل ساہو ـ لعہ | کپتان لیکن صاحب مددگار ... لعہ

اشتہار باغستان

ہمارے باغ واقع منیر آباد مین ایشیا اور یورپ کے مشہور مشہور اور دُور دراز سے آئے ہوئے مختلف قسم کے پودے موجود ہین جنکی نظیر شاید تمام ہندوستان مین شاید بہت کم ہوگی - یہانپر چند پودہون کے نام مع تعداد اقسام لکھے جاتے ہین جو صاحب شوق وخواہش کرین طلب فرمالین - جو پودے تیار نہون تاریخ اطلاع سے دو ماہ کے اندر بھیجدئے جائین گے - کرایہ باربرداری ذمہ خریدار ہوگا -

نام	اقسام	قیمت	نام	اقسام	قیمت
(۱) قلمی پیوندی آم	۴۴ اقسام	فی ۱۲ ر	(۲) سیب	۳۳ اقسام	فی عہ ر
(۳) شفتالو	۱۷ اقسام	" ۸ ر	(۴) آلو بخارا	۹ "	" ۸ ر
(۵) انار	۵ "	" ۴ ر	(۶) شہتوت	۲ "	" ۴ ر
(۷) ہیر دانگریزی میوہ	۶ "	" عہ	(۸) زرد آلو	۵ "	ر عہ
(۹) جام (امرود)	۸ "	" ۲ ر	(۱۰) سنترا	۱۲ "	" عہ
(۱۱) چکوترا	۵ "	" عہ	(۱۲) انجیر	۵ "	" ۴ ر
(۱۳) انگور	۵۴ "	" ۸ ر	(۱۴) والبی (رحیمی گاجرو)	۵ "	" عہ

اسکے سوا اور بھی جھاڑ ہین جنکے نام بسبب عدم گنجایش نہین لکھے گئے

المشتہر منیجر رسالہ حسن
کماچی گوڑہ حیدرآباد چادرگھاٹ



النّاسُ بِاللّباسِ

وضع کے اصلی معنی کسی شی کے بناوٹ کے ہین - جب کوئی شی کسی خاص طرح پر
بنائی جاتی ہی وہ اوس کی وضع کہلاتی ہی - انگریزی زبان مین اوسکو
فیشن کہتے ہین - فیشن کا ترجمہ ہماری زبان مین - قطع - صورت - حالت
بھی ہو سکتا ہی - جو اصطلاحی معنون کے سوا اور حالتون مین وضع کے ہم معنی
ہین - جو چیز ہماری زندگی بسر کرنے مین ہم کو آرام دیتی ہی - ہمارے
جسم اور ہماری روح کو دنیوی حالت مین فائدہ اور آرام پہنچاتی
ہی - اور لوگون کی نظرون مین ہم کو خوشنمائی کا جامہ پہنا دیتی ہی -
اوسی مین ایک وضع ہوتی ہی - اِنسان جس کو خدا نے اور جانورون
کی طرح ایک ہی حالت پر رہنے کے واسطے پیدا نہین کیا - جون جون
علم و دولت مین ترقی کرتا جاتا ہی وضع کی تبدیلی مین بھی کوشش کرتا
رہتا ہی - اوس نے صرف اپنی ہی بنائی ہوئی چیزون مین دست اندازی
نہین کی بلکہ خدا کی پیدا کی ہوئی چیزون کو بھی جیسا جیسا موقع پایا اصلاح
دی اور دیتا ہی - کوئی شخص اپنے ناخن اوسی حالت پر نہین رہنے
دیتا - اور بالون مین تو نئی نئی موشگافیان کی جاتی ہین - مرد اپنے
بالون کو طرح طرح کا ترشواتے ہین - عورتین اپنے بالون مین زیادتی
پسند کرتی اور ہر ممکن تدبیر سے اون کو درست رکھتی ہین - مرد اور
عورتین کبھی کبھی اپنے بالون مین دوسرا بال لگا کر رکھتے بھی ہین -

ڈاڑھی کے رکھنے یا وبال سمجھکر اوس کے خیرباد کہنے کی عورتین بھی کچھ تھوڑی نظر نہین آتین - عورتین اپنی جسمانی خوشنمائی کے واسطے کچھ تکلیف بھی اوٹھاتی ہین - علی العموم اون کے کان چھیدے جاتے ہین اور بہت سے ملکون مین ناک بھی - قدیم زمانہ کے مصری اور بہت اور ملک کے لوگ اپنے جسم پر سخت سے سخت تکلیف گودنے کی اوٹھاتے تھے اور اب بھی ہندوستان کی بہت سی قومین اپنے چہرے اور ہاتھون پر نیلے نیلے خط و خال گودوا لیتے ہین - ہندوستان کی رانیان اور ٹھکرانیان اپنے دانتون پر مسّی کی بیڑی رکھکر ہمیشہ کے واسطے سیاہ کر لیتی ہین اور اکثر مارواڑی عورتین اپنے دانتون کو سونا چڑھوا کر گشندنی کیا کرتی ہین - چین کی عورتین اپنے پاؤن چھوٹے کرنیکے واسطے شکنجے مین کھینچتی ہین - یہ چند مثالین اِس بات کی ہین کہ بعض قدرتی چیزین بھی اپنی اصلی حالت پر نہین رہنے پاتین - پھر جو چیز کہ انسان کی بنائی اور ایجاد کی ہوئی ہے لوس کی وضع اور قطع تو ہمیشہ تبدیل ہوا ہی کرتی ہے - مکان - لباس - سواری - کھانے کے طریقے - اور اوسکے برتنون اور دوسری چیزون کا استعمال - گھر کے اور سامان کی چیزین جنکو ہم اثاث البیت - اقمشہ - اور سامان آرائش یا غیرہ کہتے ہین ہمیشہ تبدیل ہوا کرتی ہین - جو ملک جسقدر ترقی کی اور دولت مین اپنا نام بلند کرتا ہے - اوسیقدر وہان ان چیزونکی

تبدیلی بھی جلد جلد ہوتی ہے - اور جو چیز جسقدر کم پایدار ہوتی ہے - اوسیقدر اوس مین تبدیلی بھی جلد ہوتی ہے - مثلاً مکان کی قطع کی نسبت لباس مین جلد فیشن بدلتا ہے - فرانس جو اپنی شایستگی مین اعلے درجہ کا سمجھا جاتا ہے - اوس کی ایک نقل مشہور ہے :- کہ ایک دوست نے اپنے دوست کو بغل مین ایک چھوٹا بکس دبائے ریل پر سے لپکا ہوا جاتے دیکھکر پوچھا کہ کیون یہ بکس لیکر دوڑتے ہو ؟ اوس نے کہا کہ اِس مین پیاری بی بی کی نوخرید ٹوپی ہے اور جلد جانے کا یہ سبب ہے کہ مکان پہونچنے تک کہین فیشن تبدیل نہ ہو جاے - شاید اِس نقل مین مبالغہ ہو اور شاعرانہ اور ظریفانہ بذلہ سنجی سے کام لیا گیا ہو مگر اِس سے اوس ملک کا خیال جو وہان کی حالت کا عکس ہے ظاہر ہوتا ہے - مکانون کی قطع - درختون کے سایے اور چھوٹے چھوٹے جھوپڑون سے بڑھکر عمدہ عالیشان ہفت منزلہ کوٹھون تک پہونچ گئی - پچھلی حالت اب تک دیہات اور جنگلون مین پائی جاتی ہے - اور آخری حالت ہند مین جے پور یا یورپ مین پیرس کی عمدہ عمدہ عمارات اور دہلی مین لال قلعہ اور اوس کے دربار خاص اور انگلستان مین ویسٹ منسٹر اور کرسٹل پیلس کے دیکھنے سے ظاہر ہوتی ہے - ہندوستان مین بھی پچھلی حالت بہت نظر آتی ہے چنانچہ تھوڑی سی تبدیلی تو نواب شجاع الدولہ کے فیض آباد کے سنگرے اور لکھنؤ کے قیصر پسند اور دلکشا

دستبخش سے خوب تمیز کی جا سکتی ہی - کہ ایک کے نقشہ کو دوسرے سے
کوئی تعلق ہی نہین ہی - جنوبی ہند مین کوئی اورنگ آباد جا کر لوکھنڈہ
مبارک کی عمارت دیکھے جو حضرت آصف جاہ کے یا نواب نظام علیخان
بہادر کے عہد مین ایسے مکانات بنے اور اب حضرت بندگانعالی متعالی
مدظلہ العالی حضور شاہ دکن کے چو محلے مسرت محل وغیرہ عمارات واقع
حیدر آباد کو دیکھے تو بہت بڑا فرق معلوم ہوگا - گو مالیت کے لحاظ سے دونون
عمارتین بیش قیمت ہین - سواریون کی حالت جبکہ گھوڑے اور گدھے
جنگل سے پکڑ کر استعمال مین لائے گئے تھے ریلوے ٹرین تک پہنچی
ریلوی ٹرین کا فیشن خیال کیجے کہ بیل کی گاڑیون سے لیا گیا ہی
کھانے کا طریقہ جنگل مین رہکر پتون کی پتلون سے سنہری روپیلی
الکٹرا پلیٹڈ اور چینی کے برتنون تک پہونچ گیا ہی - جو قوم اس زمانہ
مین سب قومون سے علم و دولت مین زیادہ ہی وہی اعلی درجہ کی
ترقی کی چیزون کا استعمال کرتی ہی - زمین کی چوکی سے میز تک کھانا
رکھنے کے واسطے مستعمل ہوئی - ہندو عموماً ابھی چوکے مین کھاتے
ہین - گو مجھکو معلوم ہی کہ ۹ برس ادہر جب ہز ہائنس مہاراجہ
وزیانگرم کے بیٹے کی برات جیپور گئی تھی تو براتیون نے مہاگنی کی
عمدہ میزون پر کھانا کھایا تھا اگرچہ برتنون کی جگہ وہی پتون کی
پتل اور دونے تھے جو اوس زمانہ کو یاد دلاتے تھے جب کہ برتن

بنانے کا علم انسان کو نہ آتا تھا۔ ہندوستان کے مسلمان عموماً دستار خوان پر کھانا چنتے ہیں۔ عرب۔ اور ترک اور مصر میں جہاں بہ نسبت یہاں کے کچھ ترقی ہوئی ہے ڈیڑھ فٹ اونچی میز پر جس کو خوان کہتے ہیں کھانا رکھکر زمین پر گرد بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ عموماً یورپ میں نے مع مخاص خاص ترکی لوگوں کے ایسی ترقی کی ہے جو اس زمانہ میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اُن کے یہاں عموماً میز پر کھانا کھایا جاتا ہے۔ یہ فیشن زمین کی چوکی سے تبدیل ہو کر یہاں تک آگیا کہ انگلیوں سے کھانا کھانے اور ہاتھ اور دانت سے پکڑ کر اگوشت کا نوچنے کی جگہ چمچے۔ کانٹے۔ چھریاں۔ ایجاد کی گئیں۔ مگر ایک طریقہ چینیوں میں ہے کہ وہ بجائے چمچے کے سیلیوں سے چاول کھاتے ہیں اور اپنے ہاتھ صاف رکھنے کے واسطے انگلیاں نہیں بھرتے۔ ہند کے مسلمان بھی کھیر اور دودھ چاول کھانے میں چمچے کا استعمال کرتے ہیں۔ مگر بجز چند لوگوں کے اوروں کو عموماً چمچے۔ کانٹے۔ چھری پر ابھی اعتراض ہے۔ مگر حیدرآباد کے امیر اس اصلاح میں ہندوستان کے تمام صوبوں سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ گھر کی آرایشی چیزوں میں ہزاروں چیزیں ایسی ہیں جو برابر تبدیل ہوتے ہوتے اب ہمارے ملک کی کم چیزیں باقی رہ گئی ہیں اور اگر اسی ملک کی ہیں تو قطع دوسرے ملک کی ہے۔ پیڑھی کی جگہ کرسیاں عموماً استعمال میں آنے لگی ہیں

چراغ جس سے گھر میں اُجالا تو ہوتا تھا مگر مکان سیاہ ہو جاتا تھا۔
تبدیل ہوتے ہوتے ہنکس کروسائن آئیل لیمپ تک پہونچ گیا ہے اور ہوا
سے بچانے کے واسطے کاغذ یا کپڑے کی جگہ ونڈ پروف یعنی چمنی
ٹوپی جالیدار ایجاد ہوئی ہے - یہ تو ہم لوگوں کا حال ہے - مگر جس قوم
نے اور زیادہ ترقی کی وہاں گیاس اور اب اس سے بڑھکر بجلی کی
روشنی جاری ہوئی ہے - کپڑا رکھنے کے واسطے گٹھری - پھر پٹاری
پھر صندوق - پھر جامدانی جو اس زمانہ کے پورٹ مینٹو کے موافق
ہوتی تھی ایجاد ہوئی - اور آخر عمدہ الماریاں دراز دار یا الگنین
جس میں خاص خاص قسم کے کپڑوں کے رہنے کے طریقے ایجاد ہوئے
اور اب جو لوگ شائستہ کہلاتے ہیں ان میں اُسی کا استعمال ہوتا ہے
گٹھری سے الماری تک جس قدر تبدیلیاں ہوئی ہیں قابل غور ہیں
لباس کی وضع تو اس قدر تبدیل ہوئی ہے کہ کچھ حد ہی نہیں - کپڑے
ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں اور بوسیدہ ہو جانے کی وجہ سے اس میں
موقع تبدیلی کا زیادہ ملا - یہ امر ذرا زیادہ غور کے لائق بھی ہے - کہ دنیا
کی تمام چیزوں میں ملک اور اس کی آب و ہوا کے لحاظ سے ایجاد کی
جاتی ہے مگر کپڑا جس سے انسان کا جسم آب و ہوا کی آفتوں یا فصل کی
گرمی سردی سے محفوظ رکھا جاتا ہے - نہایت غور سے ایجاد کیا جاتا ہے
اور ہمیشہ ہر ملک کی تاثیر کے لحاظ سے بنایا جاتا ہے - کہ اس سے سر

مین ایسی سموری ٹوپی کی حاجت ہو جسپر بڑے بڑے بال ہون لیکن مغربی
و شمالی یا بنگال یا جنوبی ہند کے اضلاع مین اُس کی حاجت نہین ہو۔
امیر شیر علی خان کو اونچی لنبی سموری ٹوپی۔ اور واجد علی شاہ کے دربار
کی جھولے وار ٹوپی جو کریپ سے بنائی جاتی تھی جس کو بہت لوگون
نے دیکھا ہو اس کا ثبوت ہو۔ کابل مین اس کی اشد ضرورت ہی کہ سر
گرم رہے اور برف کی آفتون سے محفوظ ہو۔ یہان اِس کی حاجت ہو کہ
دماغ ہمیشہ تازہ اور ٹھنڈی ہوا پاکر دل کو شگفتہ رکھے۔ یہی ایک چیز ہو
جو ملک کے لحاظ سے برتی جاتی ہو۔ مگر قطع جو تبدیل ہوتی رہتی ہو اُس
مین اس کے خیال کی کچھ حاجت نہین ہوتی۔ ہم اگر سموری چوگوشیہ
ٹوپی پہنین تب بھی ہمین گرمیون مین مفید نہ ہوگی اور اگر کابل والے
کریپ کی اونچی ٹوپی پہنین تو انہین بھی آرام نہ دے گی۔ لیکن ہلکی ٹوپی
ہم کسی طرح کی بنائین ہمارے کارآمد ہوگی۔ پہاڑی حصہ ملک والون
کو سموری اور نمدے ہی کی ٹوپی چاہیے گو کسی قطع اور وضع کی ہو۔
رہی قطع اوسکی تبدیلی ہمیشہ سے مثل اور چیزون کے ہوتی رہی ہو اگر
ہو سکا تو مین اسوقت شاہ عباس "دی گریٹ صفوی" سلاطین ایران
کی تصویر دکھانا چاہتا ہون کہ اونکا لباس تھا اور انکا عمامہ سولہوین صدی
عیسوی مین کیسا تھا۔ اور اب اُسی ملک کے بادشاہ مظفر الدین
کا لباس اور تصویرین حصہ ہی مین کیسا ہی [illegible] دونون کا مقابلہ کرنے سے بڑا

فرق معلوم ہوتا ہے۔ اگر پہلے کے سر پر عمامہ تھا تو دوسرے کے سر پر وہ ٹوپی ہے جو تپک کہلاتی ہے۔ اِس سو ڈیڑھ سو برس کے اندر جو تبدیلیاں اودھ یا حیدر آباد میں ہوئی ہیں میں اُنکو بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ نواب ابو المنصور سعادت خان بانیِ حکومتِ اودھ سے لیکر واجد علی شاہ تک میں کچھ نہ کچھ اختلاف ہوتے ہوتے اِتنا بڑا فرق ہوگیا۔ کہ اول کا لباس جامہ اور مندیل ہے۔ اور آخر کا چھ کلیا انگرکھا اور گول ٹوپی۔ یا حیدر آبادی شاہی خاندان کو دیکھیئے کہ حضرت آصف جاہ اول کے وقت کا جامہ اور ابکا ٹرکی کوٹ کِسقدر ایک دوسرے کے مخالف ہے۔ یہ صورت زمانہ کے اِنقلاب کے ساتھ وضع کا اِنقلاب بھی بتاتی ہے۔ اوس زمانہ کو چھوڑ کر جب لوگ جنگل کے پتّوں۔ درختوں کی چھالوں۔ اور جانوروں کی کھالوں سے جسم چھپاتے تھے۔ ہندوؤں کی شائستگی کا زمانہ قابلِ دید ہے۔ مشہور ہے کہ راجہ بکرماجیت جو حضرت مسیح علے نبینا وعلیہم السلام سے قبل کی صدی میں تھے۔ صرف دھوتی اور ایک کرتا پہنتے تھے۔ جس کے سامنے بند لگے ہوتے تھے۔ وہ کرتا کمر کر کچھ نیچا ہوتا تھا۔ اب دیکھیئے کہ مسلمانوں کے میل جول سے اُن کے لباس میں بجز پردہ کی سمت کے مسلمانوں کے لباس سے کوئی اِمتیاز باقی نہیں رہا۔ اِس پر بھی اعتراض ہوتا تھا کہ یہ لوگ ترک ہوگئے۔ مگر اب تو ادھر کی تبدیلی کو لوگ غلطی سے اپنی پُرانی وضع کی تبدیلی خیال کرتے ہیں اب میں مسلمانوں کے لباس کا حال بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اوس میں

کیا تبدیلی ہوئی ہے؟ چادر اور کفنی کا جواب بھی اکثر ہندو یا مسلمان فقیرون کے استعمال مین ہی کچھہ ذکر نہ کرونگا کہ وہ کیونکر جاری کی گئی۔ کیونکہ اس بیان مین بہت سے پرانے مردے اوکھاڑنے پڑین گے۔ مگر مین صرف ضروری باتون کا اظہار چاہتا ہون۔ چادر اور کفنی کی اصلاح کے بعد کرتے کا فیشن جاری ہوا۔ کرتا اور تہبند یا دھوتی تھی جسکی جگہ پائجامہ ہوا۔ پائجامہ کا رواج ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کے وقت تک اچھی طرح نہ ہوا تھا۔ اور یہ لباس (پائجامہ) عجمیون سے لیا گیا تھا۔ اوس وقت جوتا مسلمانون مین لباس کا جز نہ سمجھا جاتا تھا۔ مگر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو بھی جزو لباس فرمایا۔ اور جوتا پہن کر نماز بھی جائز کردی۔ ہندوستان یا کہین کے مسلمان جو اکثر فرش پر پالتھی مار کر بیٹھتے ہین کچھہ تو فرش کے لحاظ اور کچھہ ہندوؤن کی رسم کی پابندی سے جوتا اوتار ڈالتے ہین۔ مگر ہندو اور مسلمانون کی رسم کے بڑے واقف کار سر جان لارنس سابق گورنر جنرل ہند نے بذریعہ ایک رزولیوشن کے ۱۸۶۸ عیسوی مین جوتا پہنے رہنے کی اجازت آفشل اور ملکی آفشل جلسون مین دیدی۔ جو لوگ گورنمنٹ ہوس یا گورنری دربار مین شریک ہوے اونھون نے جوتا نہین اوتارا۔ خواہ انگریزی جوتے کی قید بھی ہے۔ اور اوسکا اوتارنا دقت سے بھی خالی نہین۔ مسلمانون مین تو بالکل جوتا اوتارنا تعظیم مین داخل نہین رہا۔ حضور عالی پرنس آف ویلز جب

سلطان ٹرکی اور خدیو مصر سے ملے تو گو حضور عالی شاہزادہ ویلس نے
تعظیماً ٹوپی اُتاری تھی۔ مگر سلطان اور خدیو جوتا اور ٹوپی دونون پہنے
رہے۔ حضور شاہزادہ ویلس کی ملاقات مین ہندوستانی رئیسون نے
بھی جنکی یہ وضع قرار پاگئی تھی جوتا یا ٹوپی کچھ نہ اُتارا۔ محمد علی پاشا
جب برلن کے صلحنامہ پر دستخط کرنے گئے تو اُنھین بڑی دقت کا سامنا
تھا کہ سب کی تعظیم بلکہ خوشامد اُنکو دل سے منظور تھی۔ لیکن اُنھون نے
جوتا یا ٹوپی نہین اُتاری۔ چنانچہ گریفک اور السٹریٹڈ لنڈن نیوز کے
ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہی۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ مسلمانون مین اُنمین
سے کسی چیز کا اُتارنا داخل تعظیم نہین ہی۔ حیدرآباد مین تو اب اسکا
ذکر بھی نہین ہوتا کہ جوتا کہین اُتارا بھی جاتا ہی۔ دونو ویسرائے ہز رائل
ہینس ڈیوک آف کناٹ ہز رائل ہینس پرنس وکٹر ان سب کے دربار
ان سب کے ڈنر پر بہت سے مسلمانون کو شرکت کا موقع ملا۔ جہان پر
مسلمان مع اپنے پگڑی ٹوپی اور جوتے کے شریک ہوئے تھے باوجودیکہ
وہ لوگ ٹوپی اُتار لیتے تھے لیکن شمالی ہندوستان مین بجز خاص
خاص مقامات کے مسلمان جوتا یا ٹوپی اس وجہ سے اُتار لیتے ہین کہ
کہین ملاقات کا کمرہ جوتے کے مقدمے کا اجلاس گاہ نہ بن جائے۔
یہ بابت تو جوتا پہننے کے متعلق تھی مگر دیکھو جوتے کی کیا کیا قطع تبدیل
ہوئی قابل سننے کے ہی۔ عرب مین پہلے اس کی وضع بعینہ ایسی

تھی جیسی دیہات مین بعض عورتین پہنتی ہین اور جسکو سکہ تری چپل یا بندھی کہتے ہین - جس مین اوپر صرف تسمہ اور نیچے تلا ہوتا تھا - دہلی کی جامع مسجد مین جہان اکثر لوگون کے خیال کے بموجب مغلیہ پادشاہون کے وقت سے بعض عرب کے تبرکات احتیاط کے ساتھ رکھے ہین اسیطرح کا ایک جوتا بھی رکھا ہو جسکی زیارت کی جاتی ہو اور کہتے ہین کہ وہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا جوتا ہو - ہندوستان مین گھیتلا سلیم شاہی آیا شاہی جوتا - کفش - زیرپائی - گول پنجے کا جوتا رائج تھا - اوراب اوس کے بعد انگریزی بوٹ کا رواج ہوگیا جسکا دادا گھیتلا جوتا جامہ اور پگڑی کے ساتھ پہنتا تھا اوسکا باپ گول پنجے کا جوتا انگرکھے یا چپکن اور عمامہ کے ساتھ پہننے لگا - اور اب پوتا اچکن شیروانی اور انگریزی بوٹ گول ٹوپی کے ساتھ زیب جسم کرتا ہو - عرب کے مسلمان جب عجمیون اور یونانیون سے ملے تب انکے لباس مین تبدیلی شروع ہوئی - عمامہ کی جگہ ۵۲ھ ہجری مین جو آٹھوین صدی عیسوی کے مطابق ہوتا ہو خلیفہ منصور نے ایک لمبی گول ٹوپی ایجاد کی جو بانس کی تیلیون سے بنائی جاتی تھی اور اوسپر سیاہ رنگ یا سیاہ کپڑا ہوتا تھا - اُسی قسم کی ٹوپی اب انگلستان مین تھوڑے سے فرق کے ساتھ جاری ہو جو بیور ہیٹ کہلاتی ہو اور بڑے بڑے معزز جلسون مین پہنی جاتی ہو - اس کے بعد تاتاری مسلمانون نے ٹوپیکا

سرخ ٹوپی ایجاد کی اور شاہ اسمٰعیل خضری نے اوس کی قطع کو کسیقدر تبدیل کرکے مذہب رواج دیا جس سے وہ لال سر والے یعنی قزلباش مشہور ہوے ایک سرخ ٹوپی اب ٹرکی مین بہت رائج ہے اور ہندوستان کے مسلمان بھی اکثر اوسکا استعمال کرتے ہین۔ ہندوستان مین بھی متعدد قطع کی ٹوپیون نے رواج پایا۔ مثلاً دوپلڑی۔ چوگوشیہ۔ پچ گوشیہ۔ مندیل۔ تاج۔ اور گول ٹوپی جاری ہوئی۔ نیشاپوری خاندان لکھنؤ مین جن لوگون نے میرزا عالیجاہ اور میرزا والا جاہ سے معزز و مقدس اور باعلم لوگون کو دیکھا ہوگا وہ جانتے ہین کہ اُن مین ایک ٹوپی جو اسکاچ کیپ کے مشابہ ہے رائج تھی اور اب تو بہت لوگ اُسکا استعمال کرنے لگے ہین۔ کرتے سے چپکن جاری ہونے کا سبب صرف یہ تھا کہ جب عرب کے لوگ عجمیون سے ملے اور اُن کے چست لباس کارآمد دیکھے تو اوسکو اختیار کیا۔ ہان ایک لباس اور بھی جاری ہوا تھا جسکو جامہ کہتے ہین۔ اور جو ہندوستان مین قریب قریب بالکل متروک ہوجانے کے باوصف ہمارے محبوب البلاد حیدرآباد مین اب بھی بعض قدیم شرفا کا گویا اصلی لباس ہے اور اکثر شادی بیاہ کے موقع پر وہی دولھا کا تکلف لباس ہوتا ہے۔ یہ لباس مصر مین بھی تھا۔ ملک مصر کے قدیم قبرستان مین بادشاہون کی تصویرین دیکھی گئین تو بعضون کی اسی لباس مین پائی گئین۔ اِس کے بعد چپکن کا رواج ہوا۔ چپکن بھی اب موقوف ہوگئی اور اچکن اور چغہ اُس کی جگہ عموماً ہم لوگون مین مروج

ہے - مگر حیدرآباد میں کچھ اور زیادہ ترقی ہوئی ہے اور شیروانی عام طور سے
استعمال کی جاتی ہے - جو اچکن اور کوٹ کے بیچ میں ہے - لیکن افسوس ہے کہ
اور خصوص ہندوستان میں اب لوگوں کے دل اسقدر ٹھنڈے ہو گئے
ہیں کہ اون میں اس ترقی اور تبدیلی کا مادّہ بھی کم ہو گیا ہے - اب وہ
مضبوطی سے اس تراش خراش پر جمے ہیں کہ کوٹ کی جگہ شیروانی اور
پوستین البتہ جائز سمجھیں استعمال کرتے ہیں مگر پوری چھانٹ کاٹ کا خیال
نہیں کرتے ہیں - شیروانی یا پوستین اور اچکن میں صرف یہ فرق ہے کہ گویا
اچکن کے دامن کاٹ دیتے ہیں - آستین وہی سینہ بھی خول بنائی جاتی
ہے اور اوس کی پوری تبدیلی میں وہ سخت اعتراض کرتے ہیں - جو
اس کے خلاف کرتا ہے اوسکو قدیم رسم کا توڑنے والا کہتے ہیں - حالانکہ
رسم ہمیشہ ہر وقت اور ہر زمانہ کے اقتضا سے یوں ہی ٹوٹتی چلی آئی
ہے - ہر پشت میں پہلی پشت کی رسم توڑی گئی - رسم کے توڑنے کا سبب
یا تو یہ ہوتا ہے کہ قوم میں خود علم و ہنر کی ترقی ہو جائے یا وہ کسی ایسی
قوم سے ملے جو علم و دولت و ہنر میں اُس سے زیادہ ہو اور اوس کی
چیزوں کی یہ قوم نقل اُتارے - بالفعل ہمارا ساتھ ایک ایسی قوم سے
ہوا ہے جو علم میں - ہنر میں - دولت میں - تجربہ میں - ہم سے زیادہ ہے - اوسکی
ہم نقل کر سکتے ہیں اور کرتے بھی ہیں - اوس کی نکالی ہوئی اور بنائی ہوئی
چیزیں ہمارے کام میں آتی ہیں - لباس بھی جسکا یہاں ذکر ہو رہا ہے

کپڑا جو مقدم چیز ہے ہم اوسی سے لیتے ہین۔ لیکن یہان یہ خیال نہ کرنا چاہیے
کہ یہ بات بغیر اعتراض کے رائج ہو گئی تھی۔ ایک زمانہ ایسا تھا کہ ایسے کپڑے کی
نسبت بھی اعتراض ہوتا تھا فتوے دئے جاتے تھے کہ جب مرے کو انگریزی
کپڑے کا کفن دیا جائیگا تو وہ جہنم مین جائے گا۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ خیال
جو بجائے خود ایک غلط اعتقاد تھا مٹ گیا۔ اب یورپ کے جولاہے بھی
مثل مسلمان جولاہون کے پاک خیال کر لئے گئے۔ اب صرف دوسرا جزو لباس
کا باقی رہا۔ یعنی اوس کی قطع۔ اس پر ہماری قوم بہت مضبوطی کے ساتھ
رکی ہے۔ اسوقت اگر جولاہون کی نلی نار جہنم کی کنجی سمجھی جاتی تھی تو اب
یورپ کی قطع پر کاٹنے والی قینچی دوزخ کی بیڑی خیال کی جاتی ہے۔ جولاہے
للپنی ہوشیاری سے میدان جیت گئے۔ اب درزی میدان مین آئے ہین
دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ ہین تو وہ بھی حق پر۔ یقین ہے کہ جیتین گے۔ کیونکہ جہان تھا
کچھ بھی غور کرنے کا مادہ لوگون مین باقی تھا۔ اور تعصب کو مٹا چکے تھے
وہان وہ فتحیاب ہو گئے۔ ترکی مین۔ مصر مین لوگ اُن کی تقلید کرنے لگے۔
چنانچہ سلطان اور خدیو کی تصویر سے ظاہر ہوتا ہے اور ہندوستان مین بھی
کچھ لوگ ایسے نظر آنے لگے ہین۔ خاص کر حیدرآباد مین تو بہت زیادہ اُن
کی کامیابی کے وجوہ صاف ہین کہ وہ کپڑے کی قطع جسم کی مناسبت سے
کرتے ہین۔ آستین ہاتھ کی قطع کے موافق ہوتی ہے۔ پیٹھ کے جوڑ کوٹ مین
اسیطرح سے کے ہوتے ہین جو انسان کی پیٹھ مین ہوتے ہین۔ اب صرف وہ ضعیف

تعصب یا ضد کی جو اکثر انسانون مین ہوتی ہے اوس کو روکتی ہے جس دن وہ رفع ہوئی اور غور ہوا اوسی روز قطع بھی بدلجائیگی۔ شاید اس رائے کے مخالف کہین گے کہ وہ ضد یا نفسانیت سے نہین کہتے بلکہ سچائی سے اس کے معترض ہین۔ مگر تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نئی چیز پر اعتراض کرنے والے جو قدیم رسم کے پابند ہین اپنی غلطی کو اپنی سچائی سمجھتے ہین۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اُن کی ہٹیلی عادت اُن کو دوسری راہ پر چلنے کی مزاحم ہوتی ہے۔ مگر جب عام طور سے دیکھ لیتے ہین کہ کوئی حرج نئے ایجاد مین نہین ہے تو وہ خیال بدلجاتے ہین اور یہ کچھ لباس ہی پر منحصر نہین ہے اور عمدہ باتون مین بھی یہی ہوتا ہے یہان تک کہ دوسرے لوگ تو موجد کے دشمن بھی ہو جاتے ہین۔ اُسکو بیوقوف خیال کرتے ہین۔ ہمارے ڈیوکسن اسوجہ سے پاگل ٹھہرائے گئے تھے کہ وہ دھوئین کے زور سے گاڑی کا چلانا چاہتے تھے جسکو لوگ ہیچ نہ جانتے تھے۔ مگر آخر کو وہی رائے عزت سے قبول کی گئی جب پتھر کے چھاپہ کی جگہ سیسے کے حروف ایجاد ہوے تو بڑے بڑے عقلمند معترض تھے کہ لڑائی کے واسطے گولیان کہان سے بنین گی۔ مگر آخر کو وہ مان گئے کہ حروف بھی روز بروز زیادہ ڈھلتے جاتے ہین۔ اور لڑائیان بھی خوب ہوتی رہتی ہین۔ مگر سیسے کی کمی نہین ہوئی۔ پھر ایسی نئے ایجاد مین لوگ مخالف کیون نہ بنین ورنہ جو فائدہ اور عمدگی چوڑیدار پائجامہ مین دھوتی یا کلی دار پاجامہ کے مقابلہ مین تھی وہی اب پتلون مین بمقابلہ اس

پاے پجامہ کے پائی جاتی ہر بشرطیکہ پالتھی مار کر بیٹھنے کی ضرورت کو تسلیم کر دیا جاے۔ حالانکہ یہ پالتھی مار کر بیٹھنے کی تکلیف بھی صرف نہایت تنگ پتلون مین ہوتی ہر نہین تو لوگ بیٹھتے بھی ہین۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ لباس کے واسطے جس ملک کی تقلید کی جاے وہان کی زبان بھی جاننا چاہیے۔ اِس سے اگر انگریزی زبان دانی مراد ہر تو مین کہتا ہون کہ ہندوستان مین اب انگریزی زباندانی نہ صرف لباس کی غرض سے بلکہ عمدہ طرح زندگی بسر کرنے کے واسطے بھی ضرور ہر۔ مگر لباس کو زبان دانی سے کچھ تعلق نہین ہر۔ ہم دور کیون جائین اپنے ہی ملک مین نہ دیکھ لین بہت سے ہندو جو عرب کا چغہ اور عمامہ استعمال کرتے ہین وہ عربی نہین جانتے بلکہ بہت سے مسلمان بھی عربی زبان نہین جانتے مگر عمامہ اور چغہ اور صدری کا استعمال کرتے ہین۔ انگلستان کی لیڈیان جو فرانسیسی درلیس پسند کرتی ہین سب فرانسیسی زبان نہین جانتین۔ بعض کہتے ہین کہ یورپین حکام اس لباس مین ہم کو پسند نہین کرتے۔ مگر مین اس کے خلاف ہون۔ گو ممکن ہر کہ بعض یوروپین افسر اس کو ناپسند کرین جیسا کہ بعض انگریزی زبان کے اعلی تعلیم کے خلاف ہین۔ بعض ہندوستانیون کی ترقی کے خلاف ہین۔ مگر عموما یہ بات نہین ہر جن لوگون نے گورنری دربار مین ہندوستانیون کو اِس لباس مین دیکھا ہوگا وہ خیال کرتے ہونگے کہ یہ لباس وہان کی حاضری کو روک نہین سکتا۔ اِس سے بڑھکر ایک

[illegible] سے ورنمنٹ ہند اور ہز اکسلنسی صاحب کمانڈر انچیف بہادر
اور تمام لوکل گورنمنٹون کی رائے ظاہر ہوتی ہے کہ جب کوئی وردی گورنمنٹ
تجویز کرتی ہے اوس مین کہین ہمارے یہان کا چھہ کلیہ چکن یا غرارہ دار
پائجامہ داخل نہین کرتی۔ تمام ہندوستانی فوج کی وردی اس کا ثبوت
ہے کہ ہمارا مروجہ لباس کام کا نہین سمجھا گیا۔ اور کل وردی انگریزی قطع سے ملتی
ہوئی پائی جاتی ہے۔ بعض لوگ نئے زمانہ کی تقریر کے طور پر یہ کہتے ہین کہ نیشن
کی محبت یا پٹریاٹک ہونے کے واسطے ہم کو ایک ڈریس بھی ہونا چاہئیے۔
ہان سچ ہے لیکن ہمارا کون ڈریس ہے ہمارے نیشن کا ایک ڈریس نہین ہے۔
یہان تو اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ ہے۔ جو لوگ کچھہ بھی شایستہ ہوتے جاتے
ہین اور اپنا ڈریس تبدیل کرتے جاتے ہین ایسی حالت مین اور بھی حاجت
ہے کہ اس طرف توجہ کی جاے۔ ہمارے بنگالی بھائی ہم سے زیادہ ترقی
کر گئے ہین۔ آج ایک نو تعلیم یافتہ بنگالی کو دیکھہ کر ذرا اور پچاس برس
اوس طرف کی تصویر سے لباس ملایا جاسے تو خاطر خواہ فرق محسوس ہوگا
شاید ہے کہ دس فیصدی اجیوکیٹیڈ بنگالی ہم کو اس وقت نہ ملین گے جو
بجاے دھوتی کے پتلون عام جلسون مین نہ استعمال کرتے ہون۔ پارسیون
نے بھی ہم سے زیادہ ترقی کی ہے۔ اون کا لباس بھی بدل گیا۔ پرانا لباس
بڑے بڑے مرقعون مین دیکھین تو معلوم ہوگا کہ کسقدر فرق اب کے ڈریس
اور اوس وقت کے ملبوس سے ہے۔ کوئی پونی بمبئی جاے اور دیکھتے تین

کسی پارسی خاندان کی دیکھیں تو فوراً تمیز کرسکے گا کہ تیس برس اس طرف لباس کی قطع کیا تھی اور اب کیا ہے دوسرے اور ان دو قومین کسقدر بیّن فرق ہے۔ شاید کہا جاے گا کہ ہماری قوم مین تعلیم بھی ابھی اس قدر نہین ہوئی - یہ سچ ہے۔ لیکن تعلیم یافتہ لوگ بھی عموماً ابھی اس طرف مائل نہین ہوئی اسی کا تو تعجب ہے۔ ہمارا موجودہ ڈریس جو ڈھیلم ڈھالا ہے جس سے چلنے پھرنے۔ سواری اور مستعدی مین چستی نہین ظاہر ہوتی بالکل قابل ترمیم ہے اور کم سے کم اس قدر ہونا چاہیئے کہ تھوڑی سی ترمیم کے بعد انگریزی قطع سے لیا جاے۔ بے شک ہر نئی چیز کے ابتدا کرنے مین کسی نہ کسی حد تک تکلیف اور مضایقہ کو ضرور دخل ہوتا ہے - اور ایک جانب سے ہنسی اور دوسری جانب سے شرم کا تقاضا بھی ناگزیر ہوتا ہے۔ لیکن آگے چل کر وہی ہنسی والے اسکو آپ اختیار کرنے لگتے ہین - انگریزی عملداری کے آغاز مین جو لوگ تھانداری اور کوتوالی کے عہدے قبول کرنے سے اپنے مذہب کی توہین اور اپنی کسرِشان سمجھتے تھے۔ اب اون کے پوتے کانسٹبل کے عہدے کو اپنی عزت جانتے ہین اور اسی کمائی سے اپنے مذہبی نیک کام بھی انجام دیتے ہین - پہلے خیال تھا کہ لندن جانے والا ضرور کرسٹان ہو جاتا ہے - مگر اب ہم دیکھتے ہین کہ شیعہ سنّی دونون فرقہ کے مسلمان بلکہ ہندو قوم کے اشراف و اعیان بھی جنھین مسلمانونکی نسبت بعض امور مین نہایت درجہ کا پرہیز ہے اور اون کی عورتین بھی

نہایت شوق سے گیئن۔ اور اطمینان سے رہکر واپس آیئن۔ لیکن باوجود اِس کے مسلمان وہی مسلمان رہے اور ہند و وہی ہندو۔ جو لوگ بہادر اور مرد میدان ہین وہ بہادری سے میدان مین آسکتے ہین اور بغیر دوسرون کی ہنسی کے خیال کے اپنے کانشنس کی پیروی مین سرگرم رہتے ہین

اقبال علی

حکومت

بالخاصہ بنی آدم ایک دوسرے سے جدا رہنا یا اپنے ہی ذات خاص کے لئے کسی ایسے کام کا کرنا پسند نہین کرتے جسکا فائدہ اُسکے ہمجنسون کو نہ پہونچے یہ ایک ایسا واقعہ ہے جسکو دنیا کے مسلسل تجربہ نے ثابت کردیا ۔

جب کبھی انسان کا کوئی گروہ کسی خاص مقام مین آباد ہوتا ہے تو فطرتی دستور کے موافق کچھ نہ کچھ قواعد مرتب کرہی لیتا ہے جو باہمی فواید پر مبنی ہوتے ہین اور انہین کے موافق عملدرآمد ہوتا ہے ۔ اور اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا کسی خاص مقام مین ایک مجمع اِس التزام سے قایم ہونا کوئی نئی یا اتفاقی بات نہین ہے بلکہ موروثی اور قدرتی ہے ۔ لیکن چونکہ انسان اور اوس کی ذات ۔ قوم ۔ ملک ومذہب مختلف الاقسام کے ہوتے ہین ۔ اس لئے اس کی وجہ سے اوسکے انتظامات اور قوانین بھی مختلف ہوتے ہین ۔

منجملہ ان اقسام کے اوس کی ہر قسم پر گفتگو کرنے کی توچندان ضرورت نہین ۔ مگر یہ جاننا ضرور ہے ۔ کہ انسان کے ۔ اخلاقی ۔ دماغی ۔ اور جسمانی حالتون مین بہت بڑا اختلاف ہے ۔ اور اِس قسم کے کل اختلافون کی وجہ سے مختلف سوسائٹیان ہوتی ہین ۔ مختلف قوانین ہوتے ہین ۔ جنکے ذریعہ سے حکومت کی جاتی ہے ۔ اپنے اپنے حالتون کے موافق انسان کے مختلف گروہون نے علمی لیاقت ۔ اور تاریخی شہرت وشہادت وغیرہ حاصل کئے ہین ۔ پس ہر گورنمنٹ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منجملہ اور علوم وفنون

کے خود گورنمنٹ ایک ایسا علم ہے جسکے قواعد مقرر ہین۔ اور وہ دو طرح سے ہین
ایک قابل تبدیل دوسرا ناقابل تبدیل۔
حکومت کے فرائض مین محکوم رعایا و ملک کے اخلاقی اور خارجی حالتون
کا دیکھنا اور اوس کی درستگی پر پوری قوت سے مائل ہونا داخل ہے۔
اور کفایت شعاری (سیاست مدن) گورنمنٹ کا ضروری جزو ہے
جس کے بغیر انتظامات ملکیہ بیکار ہوتے ہین۔
سوسائٹی کے طریقہ عمل کی نسبت کہ کس طرح کا ہو اور اوس کے
قواعد کیا ہون کسی خارجی علم کی ضرورت نہین ہوتی بلکہ ملک کی حالت
پر کل انحصار ہوتا ہے۔ مثلاً جو گورنمنٹ کا طرز حکومت انگلستان مین
ہوگا وہی طریقہ کسی دور دراز کے دوسرے ملک مین مناسب نہین ہوسکتا
تاریخ سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی ہے کہ ایک قوم کے قانون
جو ایک زمانہ مین مناسب حال ہوتے ہین وہی قانون اوس قوم کے لئے
دوسرے زمانہ مین ٹھیک نہین ہوتے۔

(۱) گورنمنٹ کسکو کہتے ہین

جب یہ امر تسلیم کرلیا گیا کہ انسان مدنی الطبع ہے تو پھر یہ سوال ہی بیجا
ہوگا کہ انتظام و حکومت کے لئے کچھ قواعد ہونا چاہیئے یا نہین۔ اور حکومت
کے وجود یا عدم کا بھی مسئلہ ایسے موقع پر فضول ہے۔ مگر ہان خاصہ گورنمنٹ
اور اوس کے اغراض و مقاصد پر بحث ہوسکتی ہے۔ گورنمنٹ کے وجود

کو ماننا ہوتا ہی۔ مگر اوس مین اس سوال کی گنجایش نہین ہوتی کہ اوسکو قایم رہنا چاہیے یا نہین بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ کس طرح وہ گورنمنٹ ہو جس سے فایدہ کے ساتھ کار برآری کی جاے۔ اس لئے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ گورنمنٹ کسکو کہتے ہین :۔

کسی سوسائٹی کے باضابطہ چلانے کے لئے جو قواعد مقرر کئے جاتے ہین اونہین کو قانون کہتے ہین۔ اور جس شکل یا واقعات سے ان قوانین کا استعمال ہوتا ہی اوسکو گورنمنٹ کہتے ہین۔ ممکن ہی کہ دو ملکون کا ایک ہی ضابطۂ قانون ہو۔ اور پھر بھی دونون کی گورنمنٹین بالکل جدا ہون۔ یا برخلاف اس کے کہ دو ملکون کی گورنمنٹین ایک ہون مگر قوانین مین اختلاف ہو۔ چنانچہ اس زمانہ کی جدید ریاستون مین بیحد اختلافات کے ساتھ گورنمنٹین موجود ہین۔

پس لفظِ گورنمنٹ سے تین جُدے جُدے مفہوم ہوتے ہین :۔

۱ گورنمنٹ ضابطہ و قانون بناتی اور اوسکا تحفظ کرتی ہی۔

۲ گورنمنٹ وہ شی ہی۔ جس سے احکام قوانین کا نفاذ ہوتا ہی۔

۳ گورنمنٹ اوس مجموعۂ انتظامی کا نام ہی جو حکومت کرتا ہی۔

۲ مقاصدِ گورنمنٹ

اگر مقصد گورنمنٹ تاریخ سے دریافت کرنا چاہین تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ حاکم کے حقوق اور

مگر عقل مین یہ بات نہین آتی کہ گورنمنٹ کا مقصد حاکم کا فایدہ ہی بلکہ اس سے زیادہ وسیع اور عمدہ غرض ثابت ہوتی ہی۔ گورنمنٹ کے معنی عرصہ دراز سے عام بھلائی اور بہبودی کے لئے جلتے ہین۔ بلکہ اگر سچ پوچھا جاے تو گورنمنٹ کے معنی سب سے بڑھکر نیکی کے ہین ــ

اگر اس امر کی تحقیقات کی جلے کہ وہ کون کون بھلائیان ہین یا جو گورنمنٹ کے وجود سے ہوئین یا ہونی ممکن ہی تو منجملہ اورون کے دو ایسی بھلائیان ہین جس کا کوئی شخص انکار نہین کرسکتا۔ اور وہ دونون محض انسان کے وجود پر مبنی ہین ــ

۱ عامہ خلائق کے معاملات تمدنی وغیرہ کا سلجھنا ــ

۲ عامہ خلائق کا تمدناً ترقی کرنا ــ

یہانتک گورنمنٹ کے فوائد معلوم ہوے یعنی معاملات کا انصاف اور ملک کی تمدنی ترقی ــ

انصاف یعنی عدالت مین گورنمنٹ کا محدود فرض ہوتا ہی اور تمدنی ترقیات مین غیر محدود۔ عدالت کا اقتضا ہی کہ وہ ایسے قواعد بناے اور عام رعایا سے اوس کو تسلیم کراے کہ ایک دوسرے پر ناجائز طریقہ سے کوئی اثر نہ پہونچا سکے اور تمدنی ترقیات کے لئے ضرور ہی کہ افراد قوم سے اون کامون مین زور کے ساتھ مدد لے جس سے بڑے بڑے فوائد مرتب ہون۔ یعنی قواعد اس قسم کے بناے جائین کہ باہمی

اتفاق۔ محنت۔ تقسیم وقاتر متحدہ کوشش اور قومی کام کے بے انتہا فوائد حاصل ہون۔ اس لحاظ سے گورنمنٹ دو صیغون مین تقسیم ہوجاتی ہے۔ اوّل عادلانہ اس مین دیوانی اور فوجداری مقدمات کے متعلق بحث ہوتی ہے۔ دوئم انتظامیہ جس کا تعلق کل مال۔ محصول چنگی۔ کروڑگیری۔ وغیرہ یعنی سوسائٹی کے متعلق کل باتین جنکا تعلق دیوانی اور فوجداری مقدمات سے نہین ہے۔

مگر چونکہ یہ دونون شاخین قوانین کے ماتحت اور اوسیکی پابند ہوتی ہین اس لئے وضع قانون دونون پر بالاتر ہے۔

اگرچہ مذکورۂ بالا بیان اغراض گورنمنٹ پورا کرنے کے لئے بہت ضروری ہین مگر صرف اسیقدر کافی نہین ہین۔

جہان گورنمنٹ ہوگی وہان اوس کی ابتدا و انتہا ازروے پیمایش اراضی خواہ شمار آبادی جسپر اوس کی حکومت ہے ضرور ہوگی اور اوسی حساب سے ہر ایک ملک خواہ گورنمنٹ کی ایک حد ہوگی خواہ وہ حدبندی اور قدرتی تقسیم قدرتی ہو خواہ اون لوگون کی آبادی پر منحصر ہو۔

ملاح جو سمندر مین کام کرتے رہتے ہین اگرچہ اونکے معاملات کو گورنمنٹ ماتحت نہ قبضہ نہین کرتی اور نہ اوس کا اظہار کرتی [illegible] کسی [illegible] گورنمنٹ کے ماتحت [illegible] ہین۔ [illegible] گورنمنٹ کی [illegible] کی جاتی ہے۔ اس [illegible] کام [illegible]

خلافت - اور اوس کے اقسام کے لحاظ سے - شہنشاہت - جمہوریت
بادشاہت وغیرہ کہتے ہین - غرض نام کوئی رکھا جاے مفہوم سب
کا ملک کی مجموعی حالت ہی -

اِن مجموعی حالتون کے اتحاد سے گورنمنٹ کا ایک اور مقصد
پورا ہوتا ہی یعنی ایک ملک کی حفاظت بمقابلہ کسی دوسرے گورنمنٹ
کے ہوتی ہی - اور یہی غرض ملک مین فوجی تعلیم وغیرہ کی ہوتی ہی
اِس لئے گورنمنٹ کا تیسرا بہت بڑا مقصد اپنے ملک کی محافظت بمقابلہ
دوسرے گورنمنٹ کے ثابت ہوتا ہی - جس سے اوس ملک کے ہر فرد
بشر کی حفاظت ہوتی ہی -

ہر شخص جو کسی سلطنت کا رعیت ہونا قبول کرتا ہی اوس کی حفاظت
گورنمنٹ ملک کے ذمے ہو جاتی ہی - جہان بادشاہت ہوتی ہی وہان کی رعایا
تمام شاہی فوج کی بدولت حفاظت مین رہتی ہی اور جہان بادشاہت نہین
ہوتی بلکہ جمہوری سلطنت ہوتی ہی تو ہر ایک اہل شہر جو رعایا کی حیثیت
مین نہین ہوتے استحقاق محافظت خود از جانب فوج سلطنت جمہوریہ رکھتے
ہین مگر گورنمنٹ کے یہی کام ختم نہین ہوے - ان سب کے سوا
گورنمنٹ کا ایک ضروری کام رعایا و ملازمین کو اعزاز عطا کرنا ہی - تقسیم
خطابات [illegible] کی [illegible] کیون [illegible] کی [illegible]
[illegible] تقسیم [illegible]

بعض آدمیون کو روپیہ سے زیادہ اعزاز کی ضرورت ہوتی ہی- اگر ان لوگون کو کسی ایسی خدمت کے صلہ مین اعزاز ملا ہی جو اُنھون نے حقیقت مین پوری کی ہی تو یہ انعام اور خطاب نہایت صحیح ہوگا جس سے صاحب انعام کو اپنے خدمت اور انعام کی قدر ہوگی جو اکثر مرتبہ بغیر کسی کافی استحقاق کے بھی ملجاتا ہی- بلکہ قومی خدمت گزاری اور قومی قدردانی کا حال معلوم ہوگا- اور اگر ایسے انعام حسب بیان سابقہ بلا استحقاق نہین ہی تو عام طور سے اوس کی شہرت بھی ہونی چاہیئے- پس گورنمنٹ کے چار مقاصد معلوم ہوئے-

اول عدالت جس مین دیوانی اور فوجداری کے مقدمات فیصل ہون-

دوم تمدنی ترقیات اور بہبودی عام رعایا-

سوم فوج سے محافظتِ ملک-

چہارم تقسیم اعزاز-

انہین چار مدون سے گورنمنٹ کا کل کام نکلتا ہی- مگر وضع قانون اِن مدون سے مستثنی ہی- جو سب پر حاوی ہی- جس ذریعہ سے ملک مین انتظام ہوتا ہی وہ قانون ہی- اور یہ چار مدون کا نفاذ قانون اور حاکم سے ہوتا ہی- اس لئے وضع قانون گورنمنٹ کے لئے سب سے بڑی بات ہی-

مختصر الفاظ مین یہ کہا جاسکتا ہی کہ گورنمنٹ کا ایک ہی مقصد ہی اور وہ یہ ہی کہ عمدہ قوانین بنانا اور جاری کرنے کے قبل اوسکے ہر پہلو کو دیکھ لینا چاہیئے اور بعد نفاذ کے اوس کے تحفظ مین زور دینا چاہئے

پھر حسب اقتضائے طبایع اہل ملک ترمیم و تنسیخ ہوتی رہے گی۔

مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ گورنمنٹ شروع سے اب تک غیر مکمل طور سے کامیاب ہوئی ہے۔ کیونکہ انسان خود مکمل نہیں ہے اوس کے قوانین ہمیشہ محتاج تکمیل رہتے ہیں۔ اور ضروریات آئندہ کے لئے کوئی قانون حاوی نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس غیر مکمل حالت میں بھی راہ راست کا سراغ ملا ہے۔ پس گورنمنٹ کو ہمیشہ غیر مکمل حالت ہی میں سمجھنا چاہیئے مگر اوس کے ساتھ یہ بھی اطمینان ہے کہ مثل اور فنون کے ایام گذرنے کے ساتھ ساتھ اس میں ترقی اور تکمیل ہوتی رہے گی۔ جو گورنمنٹ یا قانون کی سلسلہ وار تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔

گورنمنٹ کی تاریخ مثل اور چیزوں کی تاریخ کے پڑھنے کی کیوں خواہش ہوتی ہے۔ صرف اس لئے کہ اوس میں گورنمنٹ کا وجود اوس کی ترقی۔ اوس کی تکمیل۔ انحطاط۔ پھر اوس کا کسی دوسری شکل میں متشکل ہونا۔ پھر عمدہ قواعد بنانا وغیرہ۔ ایسے دلچسپ حالات ہیں کہ خواہ مخواہ گورنمنٹ کی تاریخ کی جانب لوگوں کا رجحان ہوتا ہے۔

اگر ہم ترقی کے خیال سے چشم پوشی کریں۔ یا بھول جائیں کہ کیونکر ترقی گورنمنٹ کے طرز میں ہوتی ہے تو یقیناً ہم گورنمنٹ کی تاریخ اچھی طرح سمجھہ نہ سکیں گے۔ یا اون تغیرات کو نظر انداز کریں جو وہ رفتار زمانہ کے ساتھہ انسان کے پولٹیکل معاملات پر سختی سے حملہ

ہوتا ہے۔ تب بھی اس فن کی تاریخ ہماری سمجھ مین نہ آسکے گی۔ ہمیشہ کے تغیر و تبدل سے ایک بات مستقل طور سے قایم ہوتی ہے اور آخر کو اوس مین استقلال بھی پایا جاتا ہے۔

۳　گورنمنٹ کی بنیاد

ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ اوس کی خاصیت ہے کہ وہ اپنے ہمجنسون سے ملکر رہے اور یہی خاص وجہ ہے کہ گورنمنٹ کے قیام کی نہایت سخت ضرورت ہوتی ہے۔ مگر بنیاد کے لحاظ سے دو مختلف حالتون کا بیان کرنا غیر ضروری نہ ہوگا۔ ایک بنیاد تاریخی بلحاظ واقعات دوسری بنیاد منطقی بلحاظ علم سیاستی۔

تاریخ جہان تک ہمکو مدد دے سکتی ہے ہمکو معلوم ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ کا وجود ابتدا مین فوجی رہنمائی کی حیثیت مین تھا۔ یعنی جو شخص جنگ کے قابل ہوتا یا قوت و جنگ کی ذمہ داری کرتا وہی مجسم گورنمنٹ ہوتا۔

حکومت خاندانی وہ گورنمنٹ ہے جبکہ اعیان حکومت خاندان ایک بڑے رکن کو خواہ وہ باپ ہو یا بھائی دیدی جانے۔ بعض مرتبہ اس خاندانی حکومت کا ایسا اثر ہوا ہے کہ اوسکو وسعت ہوتے ہوتے قبیلہ قبیلہ پر صادق آتا ہے۔ چنانچہ اس طریقہ پر اب تک بہت سی قومین مثلاً عرب وغیرہ اوسی قدیم رسم کے پابند ہین۔ اور یہ طرز حکومت خاندانی

عمدہ گورنمنٹون نے بھی جنکو شایستگی مین اس وقت بڑا رتبہ حاصل ہی قایم رکھا ہی - مثلاً جس ملک مین کوئی بادشاہ حکومت کرتا ہی تو اوس کی جانشینی وہی شخص کرتا ہی جو خاندان مین سب سے بڑا ہوتا ہی - یہ طرز حکومت خاندانی جو زمانۂ قدیم سے جاری ہی - اب تک اوسکا کچھہ بقیہ حصہ چلا جاتا ہی - اسکے قدیم اور ٹھیک ہونے مین کوئی شک نہین کیونکہ باپ ہی کے زیر نظر بچون کی نگہداشت و پرورش ہوتی ہی جو نیچرل قاعدہ ہی لیکن اس طرحکا کوئی حاکم جو خاندانی حکومت کے طریقہ سے حکمرانی کرے اگر یہ سمجھے کہ کل رعایا اوس کی فرمانبردار اور اوسی کے حکم پر چلنی والی ہی تو حقیقت مین اوس کی کوئی حکومت نہ ہوگی اور وہ اس زمانہ کے طرز حکومت کی راہ سے بالکل بیگانہ سمجھا جائیگا - کیونکہ حاکم کو حکومت اپنی مرضی کے موافق نہین کرنی ہوتی بلکہ ملک کے قواعد اور رسم ورواج کے لحاظ سے فرمان روائی کرتا ہی اور اگر حاکم ان صفات کے ساتھہ حکومتی خاندان کا افراعلی ہی تو یہ ایک اتفاقیہ بات ہوگی ورنہ خاندانی حکومت اوس معنی مین اب مفقود ہی -

برخلاف اس کے فوجی سردار جو از روے تاریخ ابتدا مین اصل حکومت کرنے والا اور اپنے مجموعہ اور گروہ کو پورے طور سے ہدایت کرنے والا ثابت ہوتا ہی صحیح حاکم پوری قوت کے ساتھہ تسلیم کیا گیا ہی - اور خاندانی حکومت کرنے والے اور فوجی قوت سے حکومت کرنے والے

مین یہ فرق رکھا گیا ہی کہ اول الذکر انذر وتے رشتہ بجبر حکومت پیج ہا جاتا ہی اور موخرالذکر کے پاس حقیقی عہدہ رہتا ہی۔ فوجی افسر سب کے پہلے مسند حکومت پر سرفراز ہوتا ہی خواہ اوس کو رشتہ خاندان سے رہا ہو یا نہین۔ اور اس لئے حکومت کی ابتدا فوجی افسر سے ثابت ہوئی ہی۔ جس مین حکومت اور وقت کی تبدیلیون کے ساتھ تبدیلی ہوتی رہی اور اسی رفتار کے ساتھ یقین ہی کہ فوج کا سپہ سالار شاذ و نادر بادشاہ ملک ہوسکے گا۔

مگر منطقی بنیاد حکومت کے بارہ مین تاریخی بنیاد سے جُدی ثابت ہوتی ہی۔ اس کا تعلق ملکی اخلاق سے ہوتا ہی اور یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ حاکم کی حکومت کے لئے کونسی ابتدا اور کونسی بنیاد ہی۔ اس موقع پر اختلاف آرا ہوتا ہی۔ ایک فریق جو شاہی حکومت کا قائل ہی وہ کہتا ہی کہ حکومت کے لئے ہمیشہ سے بادشاہ کا وجود لازمی ہی۔ دوسرا فریق جو جمہوریہ سلطنت کا طرفدار ہی اوس کا بیان ہی کہ جو کام ایک بادشاہ کی حکومت سے نہین ہوا وہ جمہوریہ حکومت مین ہو گیا۔ لیکن ایک اور تیسرا خیال ہی جو کہتا ہی کہ حکومت کا انحصار ملک کے حالات اور آدمیون کے خیالات پر ہی اور اوس کے لئے کوئی کلیہ ایسا نہین ہی جو تمام ملکون اور وقتون مین یکسان تسلیم کیا جاسے۔ گورنمنٹ کوئی خارجی حصہ نہین ہی بلکہ اوسکا تعلق اوس ملک کے ہر حالتون سے بالکل

لگا ہوا ہے اور وہ کسیطرح سے اپنے ماتحت ملک کے رسم ورواج و عادات باشندگان اور دوسرے قدرتی حالات اور مواقعات سے جدا نہین ہو سکتی اور طرز گورنمنٹ مین ان امور کا لحاظ امر ضروری ہے۔ یہ اصول گورنمنٹ عقل اور تاریخ سے مضبوط اور ثابت ہوتے ہین۔ اصول کی رو سے سلطنت جمہوری نہایت عمدہ ہے۔ مگر جہان نصف وحشی آبادی ہو وہان خود مختاری نہایت کامیابی سے چلے گی۔ گورنمنٹ محکوم کی حالتون کے موافق ہوتی ہے۔ اگر وہ صحیح المزاج لایق اور تعلیم یافتہ ہین تو اون کو روز افزون ترقی کے ساتھہ ہر سال گورنمنٹ مین انتخاب کی ضرورت ہوگی ورنہ تلوار اون کی راہ راست کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہے۔ پس حکومت کے دو طریقے ہین۔ ایک جمہوری۔ اور دوسرے خود اختیاری۔ جمہوری سلطنت کا ادعا ہے کہ وہ لوگون کی مرضی کے موافق ہوتی ہے۔ خود اختیاری گورنمنٹ کا بیان ہے کہ وہ حکومتی ضرورتون سے ہوتی ہے جس مین ایک شخص کی رائے کی کمالیت بھی تسلیم کرلی گئی ہے۔ مگر ایک طریقہ ان دونون کی بیچ مین ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جسکے بین جمہوریہ اور خود اختیاری حکومتون کے عنصر ملے ہین۔ اور جسکا دارو مدار مقام حکومت کے حالات اور باشندون کے طبایع پر ہے۔ پس جو ملک اور قوم کے مناظر ہماری آنکھون کے روبرو ہمیشہ رہتے ہین انہین کے موافق حکمرانی عقلاً اختیار کیا جا سکتی ہے اور بالکل خود

مختاری یا بالکل جمہوری سلطنت عام طور سے مفید نہین خیال کی جاسکتی
مگر حالات ملک اور وقت سے گورنمنٹ یا تو خودمختاری اختیار کرتی
ہے - یا جمہوری طریقہ - ملک کی حالت ناشایستگی اور وحشت یا علوم
و فنون کی ترقی و صلح پسندی اور کاروبار تجارت وصنعت وغیرہ کی
وسعت گورنمنٹ کو ایک راہ اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے - عمدہ قانون
کے ہونے سے خودمختار سلطنت اچھی طرح حکمرانی کرسکتی ہے - مگر خوف
یہی رہتا ہے کہ قوت حاصل ہوجانے پر ظلم و بےضابطگی کی طرف رجحان
ہوجاتا ہے اور اسی لئے بادشاہون کی خودرائی اور بے ضابطگی وغیرہ
روکنے کے لئے چند قواعد پابند کرنے کو بنائے جاتے ہین -

۴ اقسامِ گورنمنٹ

عام طور سے گورنمنٹ کی تین قسمین بیان کی جاتی ہین:-
اول　بادشاہت جسمین ایک شخص اپنی مرضی سے حکومت کرے -
دوم　امارت - جسمین چند امرائے ملک ملکر حکومت کرین -
سوم　جمہوری - جسمین کل رعایا ملکر حکومت کرے -
اگرچہ یہ اقسامِ گورنمنٹ عام طور سے کہے جاتے ہین - مگر مشکل سے کوئی
ایسا ملک ملے گا جہان خالص طور سے بادشاہت یا امارت یا جمہوری
رہی ہو - سلطنت جمہوری کے اچھے برے ہونے کی نسبت بہت
کچھ لکھا پڑھا گیا ہے - اور قدیم سلطنت جمہوری کی مثال بار بار پیش کی گئی مگر

ہے۔ لیکن اِس امر کا لحاظ نہین کیا گیا۔ کہ حقیقت مین جمہوری سلطنت اپنے
اصل معنی مین کبھی نہین ہوئی صرف اوس کے نام سے تاریخ آشنا ہے۔
اور اوسی نام پر بڑا شور وغل مچایا جاتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ہر سلطنت
جمہوریہ مین جو زمانۂ سابق مین تھین۔ غلامون کی کثرت تھی۔ اور غلام کا
لفظ انہین پر صادق آتا تھا جو ملکی حقوق سے خارج کر دیئے جاتے تھے
اور بقیہ لوگون مین سے منتخب اشخاص حکومت مین حصہ پاتے تھے۔
یہی حال قریب قریب پادشاہت کا ہے۔ کوئی زمانہ یا کوئی ملک ایسا
نہین گذرا جب کہ کل لوگ کسی ملک مین ایک پادشاہ کے مرضی کے تابع
رہے ہون۔ امراے وقت اور متوسلین حکمران ہمیشہ عام متابعت سے
علٰحدہ رہے اور اونکے حقوق عام رعایا سے افضل ثابت ہوے بلکہ
بعض اوقات امرا وغیرہ کو مساوات کا درجہ حاصل ہوا ہے۔
ہر پادشاہ کے لئے ایک کونسل یا دیوان رہا ہے جو اوس کے خالص
مرضی کو ایک معتدل حالت مین لا کر چلاتا رہا۔ گو رکاوٹ کیسے ہی ضعیف
درجہ کی رہی ہو جیسا کہ روس مین۔ مگر یہ ضرور ہے کہ بادشاہ کی خالص
مرضی بالکل خود مختارانہ کہین نہین رہی۔ اوس کی حکومت اکثر ہر ہوتی
تھی مگر کل پر نہین۔ کبھی کوئی بادشاہ ایسا نہین ہوا جس نے یہ دعوی
کیا ہو کہ سب کے سب کلیتًہ بلا واسطہ اوسی کے تابع رہے ہون۔
روس و روم مین گاہ گاہ ایسی حالت پہونچ گئی ہے کہ وہان کے بادشاہون

سے کلیتاً کل باتون کو اپنے خاص زیر نگرانی رکھنا چاہا مگر پھر ایسے واقعات پیش ہوے کہ جس سے خود مختارانہ کارروائی رُک گئی - اِن باتونسے معلوم ہوا کہ گورنمنٹ کی تقسیم محض معنی کے اختلاف ظاہر کرنے کو ہی ہر ورنہ قریب قریب ایک دوسرے سے ملتی ہین - کہین بادشاہت کہی جاتی ہر اور کہین امارت اور کہین جمہوری - اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ ان مین باہمی فرق کیا ہر - بادشاہ تمام قوم اور کل سلطنت کا مالک اور وکیل ہوتا ہر - اوس سے کل انتظام سلطنت متعلق رہتے ہین - کل افواج کا وہی صدر رہتا ہر - صلح و جنگ کا اوسیکو اختیار رہتا ہر - وہ ایک چشمہ ہر - جہان سے اعزازی تمغے سبکو ملتے ہین - بادشاہت کے منصب ایسے صاف صاف ہین کہ جہان بادشاہت نہین ہوتی وہان عارضی طور سے بادشاہ کے فرایض پورے کرنے کو کوئی شخص مامور ہو جاتا ہر - مثلاً پریسیڈنٹ - وغیرہ -

ممالک دیگر سے تعلقات رکھنے مین بادشاہ اپنے ملک و قوم کا وکیل ہوتا ہر اور ملکی معاملات مین انتظامیہ کارروائی اوسی سے متعلق ہوتی ہر اور یہی وجہ ہر کہ بادشاہت موروثی ہو جاتی ہر - کیونکہ انصاف ہونا لازمی ہر خواہ سلطنت اور ملک کی کوئی حالت ہوا ور اوس مین کیسے ہی تغیرات کئے جائین مگر عدالتہای کارروائی مستقل طور سے برابر ہونی چاہیئے - اور اس لئے مستقل طور سے ایک شخص کو ہمیشہ

قایم رہنا چاہئے - جس کے نام سے انتظامی امور کا نفاذ ہو - اور اسی لئے کہا جاتا ہو کہ بادشاہ کبھی نہین مرتا - قوم کا استقلال - عدالتی کارروائی کا استقلال و قیام سمجھا جاتا ہو - برخلاف اِسکے جب کوئی فوجی شخص حکمران ہوتا ہی تو اوس کے مرنے پر بقیہ لوگون مین حکومت کے لئے بڑے بڑے جھگڑے ہوتے ہین اور جب انہین سے کوئی شخص اپنے آپ کو مالک بنا لیتا ہی تب کہین انتظام از سر نو شروع ہوتا ہو -

اس معنی مین بادشاہ کی قوت اور اختیار کے نسبت ایک سوال ہوتا ہی کہ اگر بادشاہ مستقل طور سے امور انتظامیہ کا صدر تصور کیا جاتا ہی تو اوس حالت مین وہ بادشاہ با اختیار رہے گا - مگر حکومت نہ رہے گی - اگر بادشاہ اپنی مرضی کے موافق کارروائی ملکی مین دخل دیتا ہی تو جو خیالات رعایا کے اوس کی نسبت پہلے قایم کئے گئے ہین وہ باقی نہ رہین گے -

کیونکہ یہ ایک عام مقولہ ہی کہ بادشاہ سے غلطی نہین ہوتی اسکا مطلب صرف یہ ہی کہ بادشاہ کے فرایض براہ راست رعایا سے متعلق نہین ہوتے بلکہ اوس کے فرایض اوسکے مفصل سے متعلق ہوتے ہین جس کی غایت یہ ہوئی کہ وہ صدر امورِ انتظامیہ ملکیہ ہوتا ہی اس لئے انتظامی حالتون کی غلطی اور صحت سے اوس کو براہ راست تعلق نہین ہی لیکن جب وہ براہ راست دخل معاملات انتظامیہ ملکیہ مین دیگا تو قانون

کی غلطی محض قانون تک محدود رہے گی بلکہ اوس کے دخل دینے سے غلطی کا اطلاق اوسپر ہو جائیگا ۔ اور جب تک وہ اپنے اختیارون کو براہ راست ملکی معاملات تک نہ پھونچائیگا اوسوقت تک کوئی غلطی قانونے غلطی سمجھی جاوے گی ۔

جب بادشاہ قوم متحد کا ایک صدر تسلیم کیا گیا تو امرا، ماتحت اختیارات اور مدارج پر قابض سمجھے جائینگے ۔ بادشاہ تمام ملک کا مالک ہوتا ہے ۔ امرا درجہ دار فوج وغیرہ کے حصون پر حکومت کرتے ہین ۔ ذیلقہ اور جاگیر معاوضہ خدمت فوجی دیجاتی ہے ۔

امارت کے تین درجے ہین :۔

اول ۔ سلطنت کے کسی ایک حصہ کی حکومت ۔

دوم ۔ بادشاہ کی ماتحتی مین کسی عہدہ کی نظامت ۔

سوم ۔ تمام ملک کی فوج مین سے کسی حصہ فوج کی کمانڈ (حکومت)

زمانہ گزشتہ مین امیرون یعنی جاگیردارون کو زمین دیکر صرف فوجی امداد کے لئے رکھتے تھے اور ان لوگون نے اپنے اپنے زمانہ مین بڑے بڑے کارنمایان کئے ۔ جس سے یہ طریقہ روزافزون ترقی پکڑتا گیا ۔ مگر جس ملک مین یہ گروہ اُمرا یعنی امارت موقع اور وقت کے مناسبت سے اپنی اصلی حالت امارت سے متجاوز ہو کر حکومت کلی تک پھونچ جاتا ہے ۔ اور جہان بجاے اسکے کہ امیرون سے معاوضہ مین فائدہ پہونچے اور تمام سوسائٹی کی طرف سے وہ

وکالتاً پیش ہون وہ خود عنان حکومت اپنے ہاتھون مین لے لیون اور اسطرح حکومت امارت کی بنیاد ڈالین اوس وقت وہ ملک نہایت درجہ کی سخت بلاؤن مین مبتلا ہو جائیگا اور اوس ملک کی تباہی فوراً ہو جاے گی۔ کیونکہ چند خاندان کا برسر حکومت ہو جانا سلطنت کی تباہی کی بڑی دلیل ہوتی ہی۔ جس ملک مین بادشاہ اور امرا بھی ہون وہ اوس حالت سے بالکل جدا ہی جب کہ صرف امرا کی حکومت باقی رہجاوے۔

اب جبکہ سوسائٹی کی کیفیت حکومت شخصی اور حکومت اُمرائی ملکی بیان کی گئی تو اب صرف جمہوریہ حکومت کا بتلانا باقی رہگیا ہی۔ جس طرح شخصی اور امرا کی حکومت کی تباہی کہ مقاصدان دونون کے تمدنی ترقیات اور عام بہبودی خلاف ہی اوسیطرح جمہوریہ کا بھی یہی مقصد ہی۔

یہ سوال اکثر کیا جاتا ہی کہ بجاے اس کے کہ ایک ملک کی حکومت ایک شخص یعنی بادشاہ کے ہاتھ مین رہے۔ لوگون کو اپنے ہاتھ مین حکومت لینے کا کیون شوق رہا کرتا ہی۔ اس کا جواب بھی بہت آسان ہی۔ کہ جب کہ عام معاملات مین ایک شخص کی راے سے ناجائز دست اندازی ہوتی ہی۔ رعایا کے ملکی اور قومی فوائد کو خطرہ رہا کرتا ہی۔ اور موجودہ وقت سوسائٹی کے کامیابی اور ناکامی پر ہر ایک شخص کی عزت وحرمت جان ومال کا انحصار ہی تو اوس وقت ہر شخص کو اپنی راے دینے اور قومی معاملات مین شرکت کرنیکا

حق حاصل ہوتا ہو وہ چاہتا ہو کہ گورنمنٹ کی رفتار اوس کی راے کے
موافق ہو۔ خواہش یہی کی جاتی ہو کہ لوگون کی خواہش پوری کی جاے
جس کی اور کوئی وجہ بجز اسکے نہین ہو کہ وہ "لوگون کی خواہش" ہو۔
اِس سے زیادہ ایک اور بات مقبولیت کی یہ ہو کہ علی العموم ایک یا چند
اہل غرض منتخب شدہ لوگون کی راے بہ نسبت کثیر التعداد لوگون کی
رایون کے جو معاملات ملکی سے دخل رکھتے مین زیادہ ترماننے کے قابل
ہوتی ہو اگرچہ یہ لازمی بات نہین ہو مگر امکان سے خارج بھی نہین اور نہ
جمہوری سلطنت کے قیام کی یہ کوئی معقول وجہ قرار دی جاسکتی ہو۔ کہ
لوگون کی راے حکومت چلانے کے لئے سب پر فایق سمجھی جاے۔
قانون مرضی کا تابع نہین ہوا کرتا مگر قانون کا فرض ہو کہ وہ انسان
کی ضروریات اور حوائج کی تلاش کرکے اون کو پورا کرے۔ اس سلئے
انسان کی مرضی قانون نہین ہوسکتی کہ کاروبار کا انحصار اوس پر
کیا جاے۔ ممکن ہو کہ ایک شخص کسی غرض سے پاگل ہو گیا ہو اوس
کی راے غرض آمیز ہونے سے فائدہ بخش نہ ہو گی۔ اسیطرح ایک
گروہ کسی خاص جوش یا کیفیت سے اوسیطرح راہ راست سے بہک
جاے جس طرح ایک منفرد شخص اچھے کو برا یا برے کو اچھا کردیتا جسطرح
بادشاہ یا امراء کے اختیار مین نہین ہو اوسیطرح عام راے بھی ایسا پورا
تغیر پیدا نہین کرسکتی۔ لیکن اگرچہ عام راے قطعی عمدہ اور سب

سے اچھا فیصلہ کرنے پر قادر ہو - مگر تا ہم بہت سے معاملات ملکی عام راے کے محتاج رہتے ہین - جن لوگون کو خدا نے عقل و تمیز دیا ہر اور مختلف طریقون سے اونکے فواید پیچیدہ ہین اور سرکار کو اپنے تمدنی اور ملکی فواید کی غرض سے محصولات ادا کرتے ہین وہ یہ بھی جانتے ہین کہ کون کون باتین یا رکاوٹ کی ہین - کہان سے کون شی نکالدالی چاہیئے - اور اس طرح سے وہ اکثر صحیح اور ضروری نتایج نکالنے پر قادر ہو جاتے ہین - بہ نسبت اون لوگون کے جو محض سوچا کرتے ہین اور جنکو قوت مدرکہ اچھی دی گئی ہر مگر اونپر کسی قسم کا دباو نہین پڑا - تجربہ سے معلوم ہوا ہر کہ دباؤ بڑا محرک اور معلم ہر - قریب قریب کل ملکون مین ایسے قوانین جاری کئے گئے تھے جو عام باشندون کو نہایت مضر اور تکلیف دہ تھے اون کی اصلاح اونہین عملدرآمد ہونے کی قابلیت انہین عام راؤن سے ہوئی ہر - چنانچہ انگلستان - فرانس - جرمنی - اور امریکہ کے قوانین جو شروع مین عام قیاس کے خلاف تھے بعد کو بتوسط یا بلا توسط عام راے درست ہوکر آجتک نہایت خوبی اور عام اطمینان کے قابل چل رہے ہین -

اگر ہم انگلستان کے قواعد کو جو ولیم کے پہلے اور برّ اعظم یورپ کے قوانین کو فرانسیسی ریوولیوشن کے پہلی تاریخون مین دیکھین اور صرف قوانین ملکی ہی نہین بلکہ رسم ورواج آزادی اور پابندی وغیرہ - تو معلوم ہوگا کہ عام راے سے کسقدر اس مین صفائی اور درستی آگئی ہر -

عام راے کے معنی اگر صحیح طور سے استعمال ہو تو غیر طرفداری کے ہین۔ اور معاملات ملکی مین غیر طرفداری سب سے بڑا جوہر ہر۔ باوجود ان سب باتون کے عام راے کو ہم حکومت چلانے کے لئے قابل نہین سمجھتے۔ کیونکہ اگرچہ یہ تمدنی حالتون کے درست کرنے کا زبردست آلہ ہر جس سے آزاد خیال لوگون کو انکار نہین مگر حکومت کے لحاظ سے جس مین کل باتین آخر مین عام مرضی پر منحصر ہو جاتی ہین عام راے مناسب نہین ہوتی جو اگرچہ ایک وقت مثل اعلےٰ درجہ کے خود مختارانہ سلطنت کے مناسب وقت خیال کی جاے۔ مگر زمانہ کے تغیرات سے سوسائٹی کا تغیر لازمی ہر۔ اور اس لئے پیچیدگی کا بڑھنا ضرور ہر اوس وقت عام راے عموماً مفید غرض نہ ہوگی۔

۵ باضابطہ اور پنچایتی حکومت

یہ تسلیم کر لیا گیا ہر کہ عمدہ گورنمنٹ کے لئے تین اجزار کی ضرورت ہوتی ہر

اول۔ بادشاہ اور عدالت۔

دوم۔ گروہ اُمرار۔

سوم۔ حقوق اور فوائد عام رعایا۔

اب یہ خیال ہوتا ہر کہ آیا کوئی طریقہ ایسا عمل مین آسکتا ہر کہ سلطنت مین ان تینون اجزار کا شمول عمدہ طور سے رہے اور سلطنت کو کسی اتفاقیہ خرابی سے حفاظت ہو۔

واضح ہو کہ عمدہ گورنمنٹ وہ کہلائی جاسے گی جسکے یہان آبادی روشن ضمیر
خوش اطوار رعایا ہوگی - جو اپنے فرایض کو بخوبی سمجھکر کامل آزادی کے ساتھ
پورے طور سے قواعد کی پابندی کرے گی - حقیقت مین اگر ایسی حالت
ہو تو گویا وہ گورنمنٹ اپنے جملہ مقاصد مین کامیاب ہو گئی - جسکے لئے یہ
ضرورت نہین ہے کہ وہ مجرمون کو سزا دے بلکہ یہ ضرور ہے کہ ایسے قواعد
جاری کرے کہ جرایم کا انسداد ہو جاوے - تمام رعایا کو اچھی طرح دلنشین
کردے کہ جرایم قانونی اور دیگر افعال بد نہایت خراب اور بدنام کنندہ
ملک ہین اور خوش اطوار اور نیک کردار لوگون کے ساتھ کامل آزادی
اور صفائی کے ساتھ برتاؤ ہوگا - اور جرایم کے مرتکب ہمیشہ اور بہت جلد
اپنے کیفر کردار کو پہونچین گے - یہ سچ ہے کہ انسان کو اس قدر مختلف خیالات
اور خواہشات رہتے ہین جس سے اوس کی حالت محض مصنوعات کے
موافق ہمیشہ کے لئے ایک ڈہنگ پر قائم نہین رہسکتی بلکہ نیکی و بدی کا
ہونا اقتضائے بشریت ہے مگر عمدہ گورنمنٹ کے سلسلۂ انتظام پر انسان
کے فطرتی افعال بہت کچھ منحصر ہین - اوس کو اپنی طرف سے اچھی طرح
تیار رہنا چاہیئے - خواہ رعایائے ملک بالکل حسب خاطر نہون وہ خود رفتہ
رفتہ بپابندی قواعد اور ترغیب و تعزیر گورنمنٹ نیک کردار ہو جائیگی -
پس کونسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ کل خرچ سلطنت کا فائدہ ملحوظ ہے
اس سوال کا جواب تجربہ پر منحصر ہے - جو کچھ اصول و قواعد سے متحقق

بہ مگر یہ مشہور ہی کہ گورنمنٹ محض کتابوں مین پڑھنے یا صرف خیال پر منحصر نہین ہی - بلکہ گورنمنٹ سرتاپا عمل انتظام پر منحصر ہی اور انتظام گورنمنٹ مقامی قانونون اور رعایا کی عادتون پر موقوف ہی - یہ سچ ہی کہ پولٹیکس کا علم ہوتا ہی مگر حکومت تو محض تجربہ پر منحصر ہی بارہا آزمایش دنا کامی ہوئی ہی مگر بار بار کی آزمایش سے ایکمرتبہ کامیابی بھی ہوتی ہی اور پھر وہی اصول گورنمنٹ کے قرار پاتے ہین - پس گورنمنٹ کے تین اجزا یعنی بادشاہ - امرا - رعایا - ہین -

بڑی بڑی تقریرین اور تحریرین اس امر کے بیان مین پیش کی گئی ہین کہ ان تینون گروہ کا اتصال کسیطرح ممکن نہین ہی - مگر انگلستان کے طرز حکومت نے جو عرصہ دراز سے جاری ہی کل تقاریر و تحاریر کو روک دیا - جہان ان تینون کا پورا اتحاد کمالیت اور آزادی کے ساتھ ہی - گو اس کو عام طور سے کامل نہ کہا جاے مگر طریقہ کارروائی بلحاظ حالات ملک و رعایا اس طرح رکھی گئی ہی کہ انگلستان نے اپنی ناموری و عزت و عظمت کو ایک چھوٹی اور حقیر حالت سے تمام دنیا مین پھیلایا - اس باضابطہ حکومت کا یہ نتیجہ ہی کہ آج انگلستان کی ماتحتی مین ضرب المثل بڑی بڑی نوآبادیان اور ہندوستان ہی - انگلستان کی حکومت بمقابلہ کسی دوسرے بادشاہ کے صرف برابر نہین ہی بلکہ تنہا انگلستان بمقابلہ کل سلطنت ہاے یورپ کے ہی - ہم تاریخ جغرافیہ

سے ثابت ہی۔

اب انگریزی طرز حکومت کا کسیقدر مختصر بیان کیا جاتا ہی۔
سب سے پہلے یہ ہی کہ بادشاہ موروثی مالک مملکت ہوتا ہی۔ اور وہی پہلا شخص ہوتا ہی جس کے نام سے کل عدالت اور انتظام کا کام ہوتا ہی وہی سرچشمۂ اعزاز و امتیاز ہوتا ہی۔ صلح و جنگ کا اوسیکو اختیار ہی بادشاہ کو پورا اختیار ہی کہ ہوس آف لارڈز اور ہوس آف کامنز کے پاس کردہ قوانین کو منسوخ کر دے۔ لیکن یہ حق قانونی ہوتا ہی محض اختیاری نہین ہی اور اسوقت دونون فریق کو اپنے عذرات بیان کرنے کا پورا موقع ملتا ہی۔ اور بادشاہ اپنی مرضی کے موافق عملدرآمد نہین کرتا بلکہ قانون کے موافق۔ جو صرف نہ رعایا کے حق مین مفید نہین ہی۔ بلکہ بادشاہت کے حق مین۔ کیونکہ اس سے جو خراب نتیجہ بادشاہ اور رعایا کے مابین بدمزگی کا ہوتا ہی وہ رکا ہوا رہتا ہی بجائے اس کے کہ وہ ہنگامہ پردازیان ہون جن سے بادشاہ کی جان معرض ہلاکت مین ہو جائے کم سے کم اوس کو تخت سے علیحدگی پر مجبوری ہو۔ ایسی حالت مین بادشاہ کے خاص مشیر علیحدہ یعنی تبدیل کر دیے جاتے ہین۔ اور لوگون کی مرضی کے موافق وزارت کے تبادلہ سے بادشاہ کا وجود گویا از سر نو قایم ہوتا ہی اور معلوم ہوتا ہی کہ ایک نیا بادشاہ تخت پر بیٹھا ہی۔ اس عمدہ اور قابل تعریف طریقہ

سے بادشاہ کے سر پر سے جوابدہی اُتر جاتی ہی- اور صرف بُرائی کی
ذمہ داری وزارت پر رہتی ہی اور اس سے ہمیشہ کی تبدیل ہمیشہ کی
مضبوطی کے ساتھ ہوتی ہی-

پس جب کبھی ضرورت ہوئی تو بادشاہ کی وزارت تبدیل کر دے مگر حکومت کو
کبھی تبدیل نہین ہو سکتی-

انگلستان کے طرز حکومت سے ہمارے اکثر ناظرین واقف
ہونگے کہ- حکمران- پارلیمنٹ- یا دوسرے لفظون مین محض پارلیمنٹ
حکومت کرتی ہی- پارلیمنٹ کے دو طبقے ہوتے ہین-

اول ہوس آف لارڈز- یعنی طبقۂ امرا- جس مین اکثر موروثی جاگیردار و
رُؤسا ہوتے ہین-

دوم ہوس آف کامنز- یعنی طبقۂ شرفا- جو عام لوگون کی طرف سے
منتخب ہو کر وکالتاً پارلیمنٹ مین نشست کرتے ہین-

جو قانون بنائے جاتے ہین- اونکی بنا، ہوس آف کامنز مین
ہوتی ہی- مگر دونون طبقون کی منظوری کے بعد حکمران وقت سے نفاذ
کی اجازت لی جاتی ہی- غرض ایک قانون کے بننے مین تین اجزا
حکومت کی منظوری ضروری ہی- بادشاہ کو اختیار ہوتا ہی کہ قانون
پیش کردہ کو منسوخ کر دے- اوس کو صلح و جنگ کے بھی اختیارات
ہین- مگر زمانۂ دراز سے کوئی بادشاہ ذاتی اختیارات پر عمل آوری

دونون طبقون یعنی پارلیمنٹ کی منظوری پر بادشاہ کا بھی صاد ہوتا ہے۔
اور اِس لحاظ سے انگلستان کی حکومت مین ہر سہ اجزاے سلطنت۔
یعنی رعایا۔ امرا۔ اور بادشاہ۔ کافی طور سے شریک ہوتے ہین۔
لیکن چونکہ۔ ہوس آف کامنز کو ہوس آف لارڈز۔ سے زیادہ قوت ہے
اگرچہ ماتحت ہے اس لئے یہ کہنا نازیبا نہین ہے کہ انگلستان مین
ایک قسم کی جمہوری سلطنت ہے۔
چونکہ طرزِ حکومت انگلستان۔ سے ہمارے ناظرین کو یقیناً واقفیت ہے
اس لئے ہم یہان پر اِسی اختصار کے ساتھ اس دلچسپ مضمون کو ختم
کرتے ہین۔ شاید کسی وقت تفصیل کے ساتھ لکھ سکین گے فقط

حسن

بقیہ سفرنامہ نیلگری

(ملاحظہ ہو حسن نمبر ۱۰ جلد ۲)

۲۸ رمضان المبارک ۱۳۰۶ھ ہجری پنجشنبہ

آج آٹھ بجے بیدار ہوا۔ مطلع صاف ہے۔ آفتاب روشن ہوا سردی کم ہے۔
برک فاسٹ ۱۲ بجے ہوا۔ آج پولو میاچ ہے گورنرس ٹیم اور چانگیاہ (نظام)
ٹیم کھیلین گے۔ مین نے ہر دو ٹیم کے مہتممون کو اطلاع دی کہ جو ٹیم بازی لیجائیگا
اوس کو ایک کپ (پیالہ) قیمتی ما صہ دونگا۔ چنانچہ کپ بھی پی۔ ار
کمپنی واقع مدراس کی شاپ سے آچکا۔ دوپہر کے بعد ہتممونکا جواب شکریہ
آمیز پہونچا۔ آج تین پہر کو اٹ ہوم (دعوت) اور ٹنس (قسم کھیل)
پارٹی مقرر تھی۔ اور ٹنس گرونڈ معدنما اور آراستہ کیا گیا ہے۔ اور سامان
اکل و شرب بھی مہیا کیا گیا ہے۔ والنیٹر گارڈ سے باجا بھی آیا ہے ایکسو
سے زیادہ یورپین کی دعوت ہوئی ہے۔ لیڈی کمانڈر انچیف اور دیگر
معزز لیڈیون کے جواب اقبالی بھی آچکے ہین۔ گورنرس ٹیم کے سکریٹری
نے چٹھی لکھی کہ ہم بوجہ میاچ کے ایوننگ پارٹی مین نہین آسکتے ہم کو
اِس دعوت سے بڑھکر خوشی اوس وقت ہوگی کہ ہم آپ کا کپ جیتین
الغرض کل تیاریان ہوچکی تھین کہ ۴ بجے سے غلیظ ابر نمودار ہوا اور
نہایت شدت سے بارش ہونے لگی۔ جس سے مہمانون کے آنے کی
امید بالکل منقطع ہوئی۔ ساڑھے پانچ تک بارش ہوتی رہی ٹنیس گرونڈ

بالکل گل آلود ہوگیا۔ ۶ بجے کے قریب ایک ڈاکٹر لیڈی اور ایک جنٹلمین
بھی پہنچے۔ بیانڈ شروع ہوا بعد چائے خوری کے گلگشت کو نکلے تھے
کہ پھر پانی شروع ہوا۔ اور ساڑھے چھ کو کہیں کم ہوا۔ مہاراجہ
وینیا نگرم۔ کے سی۔ آئی۔ ای۔ ساڑھے چھ بجے تشریف لائے ہمراہ
پرائیوٹ سکرٹری اور اسٹاف ڈاکٹر اور منیجر آف دی ہوس جو یوروپین
تھے موجود تھے۔ مہاراجہ نہایت خلیق اور ملنسار ہیں گاڑی سے اُترتے ہی
بڑے تپاک سے شیک ہنڈ کیا اور بہت دیر تک بات چیت کرتے
رہے۔ ۷ بجے مہاراجہ رخصت ہوئے۔ ابر گھرا ہوا ہے۔ بیانڈ کو رخصت
دیدی گئی۔ کیونکہ کسی کے آنے کی امید بوجہ بارش نہ تھی۔ ساڑھے
سات کو ڈنر ہوا۔

۳۰ رمضان سنہ ۱۳۰۶ ہجری جمعہ

آج ساڑھے نو بجے بیدار ہوا۔ سردی کم ہے۔ دو تین روز سے روزانہ پانی برستا ہے
اب بارش کا موسم شروع ہوگیا ہے۔ اکثر لوگ چلے جا رہے ہیں چنانچہ
گورنر صاحب ضلع گنجام کے دورہ کو گئے ہیں۔ اور مہاراجہ پدوکوٹہ۔ اور راجہ
صاحب ونکٹ گیری۔ اور اکثر یورپین عہدہ داران پہاڑ کے نیچے چلے گئے
ہیں۔ تین پہر کو آخر شرطین اور اسپورٹس تھی۔ مگر تین بجے سے بارش شروع
ہوگئی۔ اگرچہ ساڑھے ۴ کو ترشح کچھ کم ہوا لیکن ابر محیط تھا۔ پونے پانچ
کو میں مع ہمراہیان شرطگاہ جانے سوار ہوا راستہ میں معلوم ہوا کہ بوجہ

بارش بشرط موقوف کی گئی لہٰذا مین اسپنسر اور بیڈم پیل وغیرہ کی شاپون کو گیا اور کچھ سامان خرید کیا۔ ساڑھے چھ کو مکان کو واپس آیا۔ ۸ بجے ڈنر ہوا۔ بہت سی چٹھیان ملدہ کو عید کی مبارکباد دی مین لکھا۔ ساڑھے نو بجے بیوی اور ڈاکٹر صاحب انلی مردم مین بال کی دعوت مین جاکر شریک ہوے اور پورے تین بجے واپس آئے۔ یہ جلسہ بیچلرس (ناکتخدا مردون) نے ناکتخدا لیڈیون کو دیا تھا۔

غرہ شوال المکرم ۱۳۰۶ ہجری شنبہ

آج ۸ بجے بیدار ہوا۔ اگرچہ ابر و باران نہین ہے لیکن سردی زیادہ ہے اور ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ آج عید الفطر ہے۔ مراد علی صاحب اور میر صفدر علی صاحب عید کی نماز کو گئے تھے۔ چونکہ اب بارش تین پہر کو روزانہ ہونے لگی ہے اس لئے اخیر شرطین جو باقی تھین آج صبح کے دس بجے ہوئین۔ مین شب کو بال مین جاکر ۳ بجے واپس آیا تھا۔ اس لئے بوجہ تھکاوٹ کے جا نہ سکا۔ علاوہ اس کے آج عید کا دن تھا معمولی رسوم عید کے ادا کرنا تھا۔ بہرحال نہایت خوشی سے عید کے معمولی رسوم ادا کئے گئے۔ نواب وقار الامرا بہادر کی بھی دعوت تھی اور نواب صاحب صبح ساڑھے سات کو رونق بخش ہوے اور ساڑھے نو بجے رخصت ہوے۔ ہنوز نگم اور کاظم علی صاحب دسبیون تھٹر کو گئے جسکا بند وبست سابق سے ہی ہو گیا تھا۔ مین آج مدراس پریسیڈنسی کے سررشتہ مال کی تاریخ کو

نہایت شوق و دلچسپی سے دیکھتا رہا اور جسکو چند روز سے مطالعہ کرتا ہون۔

۲ شوال ۱۳۱۲ ہجری یکشنبہ

آج نو بجے بیدار ہوا۔ سردی بالکل نہین ہے۔ چونکہ آج روز یکشنبہ ہے۔ توپ جو روز ۱۲ بجے چلتی تھی آج دس بجے چلی۔ ساڑھے گیارہ کو نواب وقار الامرا بہادر حسب وعدہ پرک فاسٹ پر تشریف لائے۔ ہمارے بنگلہ سے دو میل فاصلہ پر نہایت پر فضا جنگل مین پہلے ہی سے پکنک کے تیاری کرائی گئی تھی۔ ہم گاڑیون مین سوار ہوکے وہان گئے۔ دسترخوان بہت لطافت سے چنا ہوا تھا۔ مگر نشیب ہونے کی وجہ سے سردی بہت تھی اور تمام زمین نم اور اوسپر عفص بیاں جھاڑونکا تھا۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد معلوم ہوا کہ سردی تلوؤن سے سر مین چڑھتی ہے۔ اس لیے چند گھانس کے گٹھے فرش کے نیچے بچھائے گئے۔ اسپر بیٹھنے سے سردی کچھ کم معلوم ہوئی۔ ۲ اسکے بعد کھانا ہوا۔ قریب دو بجے وہان سے واپس چلے۔ اور سیدھے نواب وقار الامرا بہادر کے دولت سرا پر آئے۔ ڈاکٹر یوسف علی صاحب کا مزاج نادرست ہونے کی وجہ سے پیدل سیدھون کے ہمراہ مکان کو چلے گئے۔ جو وہان سے ۲ میل تھا۔ ۵ بجے بعد چاء نوشی کے مین مکان کو واپس آیا۔ غلام رسول اور میرزا کاظم علی ہمراہ تھے۔ ۹ بجے ڈنر ہوا۔

۳ شوال ۱۳۱۲ ہجری دوشنبہ

آج نو بجے بیدار ہوا۔ کسیقدر سردی ہے۔ مطلع صاف ہے۔ شب مین یہ بات قرار پائی کہ چہارشنبہ کی صبح کو یہان سے بنگلور کی طرف کوچ ہو۔ اور سنسٹر صاحب کا

تار آیا کہ آپ بنگلور سے میسور ہوتے جائے۔ آج پولو میاچ ہے۔ اگر شام کو بارش نہو، تو لطف ہوگا۔ مگر بسبب بارش پولو نہ ہوسکا۔ آجکا تمام دن بڑی بے لطفی و کہالت سے کٹا۔ مین تمام روز بستر سے اُٹھہ نہ سکا۔ آج شب کو چند یورپین ڈنر کی دعوت کیگئی ہے۔ ساڑہے سات سے مہمان آنے لگے۔ اور ۸ بجے ڈنر کے میز پر گئے۔ خفیف سی ترشح تھی۔ اور سردی بھی زاید تھی۔ دعوتیون کے اسماء یہ ہین:-

ہز اکسلنسی اجوٹی و کیل۔ لارڈ بشپ انگلنڈ۔ کرنل ماٹ اونس۔ کرنل ٹامسن۔ مسس آشلن۔ مسس نو لنگار۔ چونکہ میز پر جاے کم تھی۔ اس لئے صرف ڈاکٹر صاحب شریک ہوے تھے۔ دس بجے برخاست ہوئی۔

۴ شوال سنہ ۱۳۰۶ ہجری		سہ شنبہ

آج ساڑہے آٹھہ بجے بیدار ہوا۔ سردی خوب ہے۔ مقیاس الحرارت ۶۴ درجہ پر ہے اور ابر محیط آسمان ہے۔ طبیعت بہت سست ہے۔ فی الواقع اب یہان کی آب وہوا اچھی نرہی۔ مزاج تمام دن منفعل رہتا ہے۔ اور اب ہمارے قیام مین ایک ہی دن باقی ہے۔ کل یہان سے کوچ ہوگا۔ اور بنگلور جائین گے۔ تمام دن کہین باہر نہ جاسکا۔ رات کو ۸ بجے ڈنر کھایا۔ دس بجے شب کو چپراسی اور دو مغلائی باورچی اور ایک انگریزی باورچی اور فراش و رحمان علی وغیرہ لوگ مع سامان راہی شتاپالم ہوے۔ یہ لوگ مع سامان بنگلور جائین گے۔ ۱۲ بجے آرام ہوا چونکہ مین کل نیلگری سے رخصت ہوتا ہون۔ اور نیلگری موسم سرما مین گورنر مدراس کا دار الحکومت ہے۔ اس لئے مجھے اکثر یہان حکام مال سے ملنے اور یہانکے

مالی قوانین کے دیکھنے کا اتفاق رہا۔ اس موقع پر مدراس پریسیڈنسی کے قوانین
مالی کا بیان کرونگا۔

غالباً یہ قوانین ہمارے ممالک ملنگانہ کے لئے بہت کچھ مفید
ہونگے فقط

تاریخ انتظام محاصل اراضی احاطۂ مدراس

ریونیو بورڈ یعنی مجلس مالگزاری بندوبست مالگزاری مع ابواب کے مجلس مالگزاری کے اقتدار میں ہے۔ مجلس مذکور کا اول فرض منصبی یہ ہے کہ محاصل کی تحصیل وقت پر کی جائے۔ علاوہ اس کے یہ کام بھی ہے کہ ملک کی آبادی۔ کشتکاری۔ برآمد اور درآمد صحت اور ترقی کے نسبت مفصل کیفیت مرتب کرکے رکھے۔ مجلس مذکور خاص خاص قیدیون کی اخراجات کا بندوبست کرتی ہے۔ نابالغون کی جائداد کو کورٹ اوف وارڈ کی حیثیت مین اپنے تفویض مین رکھتی ہے۔ جو عطیہ رقوم کہ وقف ہوتے ہین اون کو برموقع خرچ کرتی ہے اور کشتکارون کے مقدمات جو سرکاری بندوبست سے تعلق رکھتے ہین اون کو مجلس مذکور طے کرتی ہے۔

ایک قاعدہ کے رو سے مجلس مذکور کے ممبرون مین مختلف کام کی حیثیت سے اونکے سرانجام دہی کے لئے تین مختلف طریقے مقرر ہین۔ جو کام ایک یا دو ممبر باختیار خود انجام دیتے ہین وہ اور ممبرون کے روبرو بھی پیش ہوسکتے ہین اور اسطرح کو ممبرون کی کونسل کے موافق کسی ایک کام کے انجام دہی کے لئے پورے طور بھی کام کیا جاسکتا ہے۔

افسران اضلاع ہر ایک کلکٹر کی تفویض مین (جو مجسٹریٹ کا کام بھی کرتا ہے) ایک ایک ضلع دیا جاتا ہے۔ جس پر اوسکا پورا اقتدار رہتا ہے اوسکے ماتحت سب کلکٹر مددگار۔ ڈپٹی کلکٹر رہتے ہین۔ کلکٹر مذکور اون جملہ اشخاص پر حکومت و نگرانی کرتا ہے جو بندوبست محاصل مین ملازم ہین۔ کلکٹر اوس صدر خزانہ کا ذمہ وار ہے جہان

تعلقہ کا خزانہ بھیجا جاتا ہے اور جس جگہہ اسٹام کا بڑا ذخیرہ فروخت کرنے کے واسطے جمع رہتا ہے۔ کلکٹر کو یہ بات بھی دریافت کرنی پڑتی ہے کہ آیا محاصل اراضی وقت پر جمع ہوگیا ہے یا نہیں۔ اور جو رقم مالگزاری رعایا سے باقی رہگئی ہو اوس کی ادائی کے لئے تجویز مناسب عمل میں لائے۔ کلکٹر مذکور نابالغ کی جائداد کا بندوبست کرتا ہے اور سرحدی تنازع کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور معاملات دیہات۔ بدمعاملگی کے مقدمات بھی اسی سے فیصل پاتے ہیں۔ زمیندار اور کاشتکار کے درمیان جو مقدمات ہوتے ہیں اونکا فیصلہ بندوبست و میونسپلٹی اور لوکل فنڈ جو شارع عام و تعلیمات افلاس وغیرہ کے لئے جمع کئے جاتے ہیں اون کی نگرانی کلکٹر مذکور ہی کرتا ہے۔ اور کلکٹر بحیثیت ایجنٹ مجلس مالگزاری رقوم [illegible] کے برمحل اخراجات کا ذمہ دار رہتا ہے بحری اضلاع میں بحری کروڑگری پر اوسکا اقتدار ہے۔ علاوہ اسکے اپنے اضلاع میں کلکٹر کو یہ بھی ضرور ہے کہ اون اضلاع کے باشندوں کے خیالات دریافت کرے کہ گورنمنٹ کی کارروائی اور پالیسی کی نسبت کسطرح کے ہیں۔ اور پولیس تعمیرات تعلیمات۔ حفظان صحت اور متفرق ابواب میں گورنمنٹ کو صلاح دیتا رہے۔

عملجات کے کل اخراجات کا ایک پانچواں حصہ عدالت نوبداری میں صرف ہوتا ہے۔ اور باقی خرچ محاصل اراضی کے حساب میں محسوب ہوتا ہے۔ مگر گنجام اور وزگاپٹم کے ایجنسی میں بہ پانچواں حصہ خاص مددگاروں اور سب مجسٹریٹ کی تنخواہ عملہ اور مصارف کی بابت محاصل اراضی میں سے لیا جاتا ہے۔ اور باقی کل رقم اخراجات عدالت فوجداری میں صرف ہوتی ہے۔ کلکٹر ضلع کے اقتدار میں یہ بات ہے کہ کسی ملازم کو جو ڈپٹی کلکٹر کے درجہ

تحصیلدار۔ اور کلکٹری کے سررشتہ دار سے کم درجہ کا ہو معطل یا موقوف کرسکتا ہے اور جاگیرا مذکورہ پر اور اشخاص کی ماموری بھی اپنے اقتدار سے کرسکتا ہے۔ کلکٹری کے سررشتہ دار۔ اور سب دیوانی سررشتہ دار کی ماموری کے واسطے مجلس مالگزاری کی منظوری ضرور ہے۔ اور تحصیلدار اور ڈپٹی تحصیلدار کے تقرر کے واسطے گورنمنٹ کی اجازت درکار ہے۔ تحصیلدار۔ اور ڈپٹی تحصیلدار صرف گورنمنٹ ہی کے حکم سے موقوف ہو سکتے ہین۔ مگر کلکٹر ایسے ملازمون کو کسی بدروشی کے باعث چھ مہینے کے لیے معطل یا تبادلہ کرسکتا ہے۔ مگر درجہ کم نہین کرسکتا۔ لیکن ایسے عہدہ دار کو بورڈ مین اپیل کا اختیار رہتا ہے۔ کلکٹر اپنے اقتدار سے سررشتہ دار تعلقہ کو موقوف کرسکتا ہے مگر اس امر کی اطلاع گورنمنٹ کو کرنی ضرور ہے تاکہ کلکٹر کے اختیارات فوجداری منسوخ کئے جاسکین۔ کلکٹر کو اس امر کا اختیار ہے کہ اپنے ماتحتون پر جرمانہ کردے۔ مگر دس روپیہ سے زیادہ جرمانہ بغیر منظوری مجلس مذکور نہین کرسکتا۔ سب کلکٹر جو مجسٹریٹ کا کام بھی کرتے ہین اون کی تفویض مین بہت سے کام ہوتے ہین

اور مددگاران کلکٹر کی نسبت زیادہ مقتدر رہتے ہین۔ اون کے عملہ مین ایک سررشتہ دار کئی محرر اور ملازم رہتے ہین۔

کلکٹر کا صدر مددگار دیا تین تعلقون کا کام اپنے تفویض مین رکھتا ہے۔ اور یہ کام اپنے ذمہ داری سے کرتا ہے۔ دو خاص مددگار (اسپشل اسسٹنٹ) ورنگاپٹم اور گنجام کے ایجنٹان گورنر کی ماتحتی مین کام کے لیے مخصوص طور پر

مقرر رہتے ہین ۔ جب کوئی مددگار کلکٹر قانون اور زبان کے امتحان مین کامیاب ہوتا ہے تو اوس کے تفویض مین ایک یا دو ضلع دیدیے جاتے ہین اور جب تک امتحان مین کامیابی حاصل نہین کرلیتا ہے اوس وقت تک کسی عہدہ دار اعلیٰ کے پاس کام آموزی کے واسطے بھیجدیا جاتا ہے ۔

اکیس خزانے اضلاع مین رہتے ہین اور ہر ایک خزانہ کے واسطے ایک یا دو ڈپٹی کلکٹر درکار ہین ۔ کیونکہ اوسط محاصل ضلع وار بیس لاکھ روپیہ ہے اور اخراجات بھی معتد بہ ہے ۔ ڈپٹی کلکٹر کا یہ بھی فرض ہے کہ کلکٹر اور اونکے مددگارون کو انتظام محاصل مین اور عدالتی کارروائی مین امداد دے ۔ مگر ڈپٹی کلکٹر مدراس جو کہ مجسٹریٹی فرائض ادا نہین کرتا اس سے مستثنیٰ ہے ۔

پچاس ڈپٹی کلکٹر مستقل ہین ۔ اور ضرورت کے وقت ہنگامی کلکٹر بھی رکھ لئے جاتے ہین ۔

ایک ضلع کئی تعلقون پر تقسیم کیا گیا ہے ۔ اور وہ تعلقے تحصیلدارون کے تفویض مین دیے گئے ہین ۔ ایک ضلع کے تعلقون کا شمار سوا سے اضلاع مدراس اور نیلگری کے کہین تین (۳) اور کہین دس (۱۰) اور کہین اس سے زیادہ ہے ۔

ایک اوسط درجہ کے تعلقہ کا رقبہ سات سو میل مربع ہے ۔ اوس مین دو گاؤن ہوتے ہین ۔ اور ایک لاکھ پچاس ہزار آبادی ہوتی ہے ۔ اور محاصل تین لاکھ کے قریب ہوتا ہے ۔ تعلقے اپنے عمدگی کے لحاظ سے پانچ درجون کے ہین ۔

تحصیلدار کے عملہ مین ایک سررشتہ دار کے محرر منتظم مالگزاری اور نوکر وغیرہ

ہوتے ہین - تعلقہ کے خزانہ کا چارج سررشتہ دار کے پاس رہتا ہے - اور تخمینی حسابات
رجسٹر اور ماہانہ تخمینے بھی سررشتہ دار کے ذمہ داری سے تیار ہوتے ہین -
محرر جو شمار مین آٹھ یا نو ہوتے ہین - حساب - بلنس - خلاصہ تخمینات زراعت
تخمینات بابتہ موسم و دیگر ابواب محاصل - سالک اور رجسٹر وغیرہ تیار کرتے ہین
تحریرات کا کام اور عدالتی کارروائی کو سرانجام دیتے ہین - اور دفتر کے امثلہ
وغیرہ اپنے تفویض مین رکھتے ہین - قانونگوے گردآور جو شمار مین تین یا چار ہوتے
ہین تعلقات کے حصے اون کے تفویض مین دیئے جاتے ہین اور وہ ایک گاون
سے دوسرے مین دورہ کرتے پھرتے ہین - اور اس بات کو دیکھتے رہتے ہین
کہ دیہات کے افسرون کا کام بخوبی انجام پا رہا ہے اور ایسے لوکل تحقیقات کرتے
رہتے ہین جو تحصیلدار کے کار آمد ہوتے ہین - ہر ایک تحصیلدار سب مجسٹریٹی کا کام
بھی دیتا ہے - اس حیثیت مین اوس کی ڈپٹی تحصیلدار اور سب مجسٹریٹ مدد
کرتے ہین - یہ ڈپٹی تحصیلدار اور سب مجسٹریٹ بڑے بڑے قصبون مین
مقرر ہوتے ہین - افسران مذکورین سے بعض کے تفویض بڑی بڑی خانگی
جائدادین جو تحصیلدار کے سرکاری اقتدار مین نہین ہوتین کر دیجاتی ہین -
اور ہر ایک افسر مذکور کے تحت ایک چھوٹا عملہ ہوتا ہے -
ان جملہ تعلقات کے عملجات کا اصل خرچ حال کے حساب کے لحاظ [illegible]

افسران دیہات بندوبست مالگزاری کے انتظام کی اصل گاؤن کے ملازمین
سے حاصل ہوتی ہے - ہر ایک ہنودی گاؤن مین بارہ ملازم ہوتے ہین جو بارہ

بلوتے کے نام مشہور ہین - یہ بارہ ملازم تمام متفرق کام کا سرانجام دیتے ہین
اون کی فہرست یہ ہے - انمین سے پانچ سرکاری کام انجام دیتے ہین اور انتظام
مالگزاری کے رکن سمجھے گئے ہین - چودھری - کرنم - (یا محاسب) صراف - نیرگنتی
تلاری - کمہار - سنار - جوہری - نجار - حجام - دھوبی - رمال - امین
چودھری سب سے بڑا افسر ہے - گورنمنٹ کی طرف سے سردار سمجھا جاتا ہے
محصول جمع کرتا ہے اور دیوانی اور عدالتی اقتدارات بھی اوس کو حاصل ہوتے
ہین - مجسٹریٹ کی حیثیت مین وہ لوگون کو لڑائی دنگہ کی بابت سزا دیتا ہے اور جج
کی حیثیت مین وہ رقومات کے مقدمات اور شخصی مال کے جھگڑے جو قیمت مین دس
روپیہ سے زیادہ نہین ہوتے طے کرتا ہے اور اوسکے فیصلہ کا مرافعہ نہین ہوتا
فریقین کی رضامندی پر دیوانی مقدمات سو روپیہ تک فیصل کرتا ہے - فریقین
کی رضامندی پر وہ پنچایت مقرر کرسکتا ہے - جو مقدمات کو بغیر لحاظ رقم اور
نیز بغیر مرافعہ کے طے کر دیتی ہے - چودھری کے پاس گاؤن مین سب سے بڑا
حصہ اراضی کا ہوتا ہے - اور گاؤن کے باشندون پر اوسکا بڑا اثر ہوتا ہے -
چودھری گاؤن مین سرکار کی طرف سے وکیل ہوتا ہے - اور مالگزاری کی رقم
اول اسی کے ہاتھ سے وصول ہوتی ہے - جج کی حیثیت مین وہ منصف سمجھا جاتا ہے
بعض اضلاع کا یہ دستور ہے کہ وہان منصفی اور منی گاری علحدہ علحدہ ہوتی ہے
اور بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ ایک گاؤن مین کئی منی گار مقرر ہوتے ہین -
چودھری کے فرایض ضابطہ یازدہم بابتہ ۱۸۱۶ء مین مندرج ہین -

کرنم دیہات کا محاسب ہوتا ہے اور وہ علاقہ دیوانی کا ایک اعلیٰ عہدہ دار سمجھا جاتا ہے۔ صراف صرف بعض دیہات میں موجود رہتا ہے۔ اوس کا کام یہ ہوتا ہے کہ رعایا جو رقم چودھری کو دیتی ہے وہ اس رقم کو پرکھ لیتا ہے۔ اراضی کی آبپاشی خواہ وہ بذریعہ تالاب ہو یا بذریعہ نہر نیرگنٹی سے سرانجام پاتی ہے۔ بعض دیہات میں آبپاشی ہوتی ہے لیکن نیرگنٹی وہان نہین ہوتا تو اوس حالت مین گاؤن کا چپراسی آبپاشی کا کام دیکھتا ہے یا خود کاشتکار لوگ اوسکا بندوبست کرتے ہین۔ تلاری چودھری کے ماتحت ایک چپراسی کا کام کرتا ہے۔ اس کام پر اکثر پنچ قوم کے لوگ مقرر ہوتے ہین بعض وقت تلاری کو نگہبانی کا کام دیا جاتا ہے اور باقی جس قدر ملازم ہوتے ہین پیشہ ور لوگ ہوتے ہین۔ جنکا ہونا گاؤن کے باشندون کی حاجت برآری کے واسطے ضرور ہے۔ سرکار نے گاؤن کے عملہ مین تغیر تبدل کیا ہے اوس کے لحاظ سے ان ملازمین کے تعین مختلف کام دیئے گئے ہین۔ اور اون کے نام بھی مختلف رکھے گئے ہین۔ جس صورت مین دیہات کی کوئی خدمت موروثی ہوتی ہے تو اوس شخص کے فوت ہونے کے بعد دیسی قانون کے بموجب اوسکے وارثون کو وہ خدمت ملتی ہے۔ مگر اس مین فرق اتنا ہی ہے کہ ہندو قانون کے بموجب اوس جائداد کے ٹکڑے نہین کئے جاتے ہین۔ چودھری کرنم۔ نیرگنٹی۔ اور تلاری کے خدمتون کے سوا اور خدمات مین دیہات والے خود اپنا بندوبست کر لیتے ہین۔ اور اگر ضرورت پڑے تو کلکٹر کو درخواست دیکر فیصلہ کرا دیتے ہین۔ مگر خدمات مذکورہ پر کلکٹر حقدار خود معین کر دیتا ہے۔

امیدواروں کے انتخاب مین کلکٹر حتے المقدور ویسی قانون کو پیش نظر رکھتا ہے۔
عورتوں یا نابالغ امیدواروں کے عوض گماشتے مقرر کیے جاتے ہین۔ مگر اس تقرر
مین کلکٹر کی منظوری ضروریات سے ہے۔ تبنیٰ کرنے کی منظوری یا نامنظوری حسب
قانون کی جاتی ہے۔ اگر کسی شخص کو دعوی ہو تو وہ اپنا دعوی کلکٹری مین پیش
کرسکتا ہے اس مقدمہ کے تصفیہ کے لئے کلکٹر فریقین کے نام اور نیز گواہوں کے نام
طلب نامہ بھیجکر روبرو بلاتا ہے۔ اگر اس طلب نامہ پر کوئی شخص حاضر نہو تو اوس کو
سزا دیجاتی ہے۔ ان مقدمات پر قانون دیوانی کے دفعات نافذ نہین ہوسکتی اور ڈگری
یاب کو خرچہ نہین دیا جاتا ہے۔ اور سرکار ہند نے ایسے دعاوی مین کورٹ فیس
معاف کی ہے۔ تین ماہ کے اندر ایسے مقدمات کا مرافعہ ہوسکتا ہے۔ تعلقہ کے حاکم
نے جس مقدمہ کا فیصلہ کیا ہو اوس مقدمے کا مرافعہ کلکٹری یا مجلس مال مین فریقین
کرسکتے ہین۔ کلکٹر کے فیصلہ پر مجلس مالگزاری مین مرافعہ ہوسکتا ہے اور مجلس مذکور
کے فیصلہ پر گورنمنٹ مین اپیل ہوسکتی ہے۔ اس ضابطہ کی تعمیل کرانے کے لئے
کوئی قانون مقرر نہین ہے اور کسی شخص کو بیدخل بھی نہین کیا جاسکتا مگر یہ بات
ہے کہ تحصیلدار کے احکام کے مخالف کبھی نہین کئے جاتے۔ کلکٹروں کو اسبات
کی فہمایش کی گئی ہے کہ اگر کسی شخص کا قبضہ تین برس سے زیادہ عرصہ سے چلا آتا ہو
تو اوس کی بیدخلی کرنے مین نہایت احتیاط کرنی چاہیے۔ لیکن وہ اپنے دفتر
مین اس بات کو لکھدیتا ہے کہ فلان شخص نے فلان شخص کے مقابل دعوی پیش
کیا تھا تاکہ بے قابض کے مرنے پر سابق کا دعویدار اپنا قبضہ کرلے۔ کلکٹروں کو

اختیار ہی کہ بدروشی کے باعث دیہات کے ملازمون کو برطرف کردے اور اوس
صورت مین اوسکا وارث اوسکا قایم مقام ہوگا بشرطیکہ وہ بدروشی کے جرم
مین شریک نہ ہو۔ اور اگر یہ بات ممکن نہو تو مجرم کے زمانہ حیات تک غیر شخص
مقرر کیا جاسکتا ہی۔ دیہات کے اور ملازمین جنکو سرکار سے کچھ تعلق نہین ہی۔
دیہات والون سے اپنی محنت کی اجرت وصول کرلیتے ہین۔ جس غیر سرکاری
ملازمین کو سرکار نے زمانہ سابق مین زمینین دیدی ہین اونکا قبضہ بحال رکھا جاتا
ہی۔ مگر اب سرکار ان لوگون کو زمین یا وظیفہ نہین دیتی۔ دیہات کے سرکاری
ملازمین کو سرکار کی طرف سے زمینین دی جاتی ہین۔ یہ زمینین اکثر بغیر محصول
دیجاتی ہین اور بعض وقت خفیف محصول لیا جاتا ہی۔ اس محصول کا نام جوڈی
رکھا گیا ہی بعض وقت دوسرے کاشتکارون کے اراضی کا محصول اون کے نام سے معین
کردیا جاتا ہی بعض وقت علاوہ سرکاری محصول کے کاشتکارون سے غلہ یا نقد
روپیہ ملازم کو دلوایا جاتا ہی۔ اور بعض وقت سرکار نقد تنخواہین دیتی ہی۔
جس صورت مین کہ تنخواہ کے عوض زمین دی جاتی ہی تو اکثر جھگڑے واقع ہوتے
ہین ایسے مقدمات کو کلکٹر ۱۸۳۱ء کی چھٹی ایکٹ کے مطابق فیصلہ کرتا ہی اور اکثر
مقدمات مین صرف اس بات کا فیصلہ کرنا پڑتا ہی کہ اراضی متنازعہ فیہ مدعی
کے قبضہ مین دلائی جاوین۔ یا یہ کہ شخص قابض سے اوس زمین کو محصول مدعی
کو دلایا جاوے اور اس بات کی تحقیقات نہایت دشوار ہی کیونکہ یہ بات سرکاری
عمل دخل کے زمانہ کے پیشتر سے تعلق رکھتی ہی۔ یہ امر نہایت غور طلب ہی اور اکثر

ایسے مقدمات مین فریقین کے بیانات کو دیکھکر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ گورنمنٹ جو
اب حال مین اراضی اور نقد روپیہ ملاکر دیہات کے سرکاری ملازمین کو دیتی ہے
اوسکا خرچہ [illegible] روپیہ سالا بیٹھتا ہے۔

گورنمنٹ نہین چاہتی ہے کہ دیہات کے ملازمین کو انعام کے طور سے زمین دیجاوے
یا کاشتکار لوگونکو میرا دیوے اور حتی الامکان سرکار ان لوگون کو نقد ماہوار تنخواہ
دینا پسند کرتی ہے۔ ۱۸۶۴ء مین ایکٹ بھی سرکار نے اس غرض سے نافذ
کیا تھا کہ کاشتکارون سے ایک آنہ فی روپیہ لیکر دیہات کے سرکاری ملازمین کا
خرچہ ادا کرے۔ محکمۂ انعام سے یہ قانون قرار پایا ہے۔ کہ اراضی انعام پر خفیف
محصول لگایا جاوے۔ اور بعض صورتون مین اراضی انعام پر محصول بالکل نہین
لیا جاوے۔ ان قاعدون کے جاری کرنے سے دیہات کے سرکاری ملازمین
کی اجرت مین بڑا تغیر واقع ہوا۔ اور اراضی کے عوض مین نقد ماہوارین معین
کی گئین۔ اور اس موقع پر اون کی دہارن مین بھی بڑا تغیر ہوا اور جو بیجا رقمین
دیہات کے ملازمین وصول کر لیتے تھے اوس کے واسطے ایک عمدہ بندوبست
کیا گیا۔ اِس بارہ مین مختلف اضلاع مین مختلف اقسام سے کارروائی کی جاتی ہے
ابھی تک اسکا تعلق محکمۂ بندوبست سے تھا۔ لیکن آیندہ محکمۂ مذکور سے کچھ علاقہ
نرہیگا۔ جس رقم سے دیہات کے سرکاری ملازمین کی تنخواہین دی جاتی ہین اوسکو
ولیج سروس فنڈ کہتے ہین۔ اِس رقم مین وہ تمام خفیف محصول جمع کئے جاتے
ہین جو صرف اراضی انعام سے وصول ہوتے ہین۔ ایکٹ چہارم بابت ۱۸۶۴ء

کے محصولات امداد ان اراضی کے محصولات جو سابق مین انعام تھی اور اراضی خالصہ مین شریک کی گئی ہین اسی مد مین شریک کئے جاتے ہین - اس تغیر و تبدل سے جو نتیجہ پیدا ہوا ہو وہ ذیل کے دو مثالون سے ظاہر ہو - فرض کرو کہ ایک دیہات کے ملازم کے پاس سرکاری زمین تھی اور وہ اوسکا کچھ محصول نہین دیتا تھا اور اگر دیتا بھی تھا تو نہایت خفیف رقم اوس سے وصول ہوتی تھی لیکن اب نئے قاعدہ کی رو سے سرکار اوسکو نقد تنخواہ دیا کرے گی اور وہ زمین بھی اوس کے حوالہ کردے گی مگر اوس زمین کو اوس کی خدمت سے کچھ تعلق نہوگا - اور اوس زمین پر سرکار مالگزاری لگائیگی مگر اوس مالگزاری کی مقدار معمولی رقم کا پانچ آٹھوان حصہ ہوگا - کم محصول لینے کا صرف یہ باعث ہو کہ ان اراضی پر مدت سے اونکا قبضہ چلا آتا ہو - اور لوگ ان اراضی کو اپنی ذاتی جائداد سمجھنے لگے ہین - دوسری مثال یہ ہو کہ فرض کرو کہ ایک دیہات کے ملازم کو ایک اور کاشتکار کے زمین کا محصول مقرر کردیا گیا ہو تو اوس صورت مین وہ کاشتکار تمام محصول دیہات کے ملازم کے حوالہ کردیگا اور ملازم مذکور پانچ آٹھوان حصہ اوسکا سرکاری قسم مین جمع کردیگا اور باقی تین آٹھوان حصہ خود لے لیگا اس مین اوس کاشتکار کو کچھ نقصان نہوگا - دیہات کے سرکاری ملازمین کے فوت کے وقت تقسیم جائداد کے بیجا اصول پر یا اور بیجا بطلیون کی وجہ سے بہت دعویدار پیدا ہوجاتے ہین بعض مقامات مین فوت شدہ ملازم کا وظیفہ دعویدارون پر تقسیم ہوجاتا ہو حالانکہ صرف ایک آدمی دیہات کا کام دیکھتا ہو جسوقت اس رقم کے بھی دعویدار موجود ہون اور یہ ثابت ہو کہ سالہا سال سے وہ اس رقم کو پاتے ہین تو اس طرح کی

تقسیم و طبقہ اولاً کسی غلطی سے ہو گئی ہو تو اون سب کو رقم جمعبندی کا ۱/۴ حصہ عطا کیا جاتا ہے۔ ان قواعد و ضوابط کی تصریح بخوبی کی گئی ہے بہت سی حالتون مین ایسا کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص سرکار کی طرف سے دیہات کے کام پر صرف یک سال ہی رہا ہو تو اوس کا استحقاق ویسا سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ وہ سر سے ملازمین کا اور جو کئی سال تک سرکار کی نوکری بجالاے ہین ایسے حالتون مین جیسا کہ اوپر بھی بیان آچکا ہے باشندگان دیہات کے فیس ملازم مذکور کو نہین دیجاتی ملکہ سرکار ایک آنہ فی روپیہ خود لیکر افسران دیہ کو ماہوار ین دیدیتی ہے۔ عملیات کی ترمیم کے وقت ہر چھوٹے چھوٹے دیہات ملا دیے جاتے ہین تاکہ عملہ کا خرچ کم ہو جاے لیکن ملاتے وقت اس بات کا لحاظ ضرور کیا جاتا ہے کہ دیہات کا اشتراک اسقدر نہ کیا جاے جس سے انکے باشندون وغیرہ کو تکلیف ہو ایک منصف اور تلاری ہر ایک کاون کے واسطے مقرر کیا جاتا ہے اور حتی الامکان باشندگان دیہ کی راے دیہات کے دینے مین لی جاتی ہے۔

ترمیم کے وقت ملازمین کا شمار کم ہو جاتا ہے مگر اون کی تنخواہون مین ترقی کر دیجاتی ہے۔ جب ترمیم مذکور تمام و کمال ہو چکتی ہے تو ظاہر ہے کہ بہت سے زمینی جھگڑے اوٹھ کھڑے ہوتے ہین جنکا تصفیہ حسب ایکٹ ۲ بابت ۱۸۳۱ عیسوی کے کیا جاتا ہے۔

ترمیم کی حالت مین بھی وہ خدمات موروثی رہین گے جو اشتراک سے پہلے موروثی تھے۔ اور قایم مقامی کے مقدمات حسب ایکٹ مذکور قابل سماعت ہونگے۔

جس اضلاع مین اس طرحکی ترمیم ہوچکی ہر یا پوری ہر وہ یہ ہین۔ گوڈاواری۔ کرنول۔ نناولی۔ نیلم۔ چنگلپٹ۔ بیلور۔ ترچھاپلی۔ کسٹنا۔ نیلگری۔ گریہ۔ کنارا جولی اور گنجام۔ بلہاری۔ اور کٹ شمالی۔ اور کومیاٹور۔ مین ترمیم ہونے والی ہر باقی کے اضلاع مین پرانا قاعدہ جاری ہر۔ تنخواہ کی شرح جو ترمیم کے وقت کیجاتی ہر مختلف مقامات پر مختلف ہر۔ کرنول گوداواری اور ترچھاپلی مین جو ماہوار کی شرح مقرر کی گئی ہر وہ بطور نمونہ کے سمجھی جاتی ہر۔

منیر الملک

ممتاز انگلو انڈین

(نمبر ۱)

سر اکلینڈ کالون

مرحوم انریبل جان رسل کالون صاحب سابق لفٹنٹ گورنر ممالک شمال و مغرب کے پانچوین صاحبزادے آنریبل سر اکلینڈ کالون حال لفٹنٹ گورنر شمال و مغرب و چیف کمشنر اودھ ۱۸۵۸ء مین ہیلبری کالج کی طرف سے ہندوستانی سول سروس کے رکن مقرر ہوے تھے ـ

سر اکلینڈ کی ہندوستانی زندگی کا ابتدائی حصہ ممالک شمال و مغرب مین گزرا جہان کہ اسسٹنٹ مجسٹریٹ اور اسسٹنٹ سٹلمنٹ آفسر کی خدمات انجام دیتے رہے اور اوسی زمانہ مین اون اعلی درجہ کی معلومات و وسیع تجارت کی بنیاد قایم ہوئی جنکے لحاظ سے وہ حال کی افیشیل لایف مین ایک جلیل القدر معتمد عوام و سلطنت اور تجربہ کار مدبر خیال کئے جاتے ہین ـ

صاحب موصوف جنکی قابلیت صوبجات متحدہ کے باہر بھی تسلیم ہو گئی تھی ۱۸۶۲ء مین گورنمنٹ ہند کی جانب سے اول ہوم اور بعد کو فارین سکرٹری مقرر ہوکر انہی آخر الذکر صیغہ مین اونھون نے سر ہنری ڈیورنڈ کے ساتھ کام کیا جنکی قابلیت پر وہ نہایت اعلی خیالات رکھتے ہین ـ لیکن سر اکلینڈ کی مالی قابلیتون نے گورنمنٹ شمال و مغرب کو انکی طلبی پر پھر مجبور کیا ـ اور ۱۸۸۰ء مین وہ محکمہ بورڈ آف ریونیو الہ آباد کے سکرٹری مقرر ہوے جہان کہ اونھون نے نایاب خدمتین

سرانجام دیئں - جو اس درجہ مقبول ہوئین کہ اوسوقت سے ترقیون کا سلسلہ برابر
جاری رہا - ۱۸۷۹ء کے مابین سکرٹیری محکمہ مال ہونے کے علاوہ سر جان اسٹریچی
کے سکرٹیری گورنمنٹ بھی مقرر ہوے تھے - اوسی زمانہ مین پونا اور احمد نگر مین
بد انتظامی اراضی کی وجہ سے گورنمنٹ بمبئی کے تحت مین بھی اونکے قابل قدر
تجربون کی آزمایش کا موقع ملا تھا -

سر ایولن بیرنگ نے جو اپنے قرابتدار ویسرائے لارڈ نارتھ بروک کے زمانہ مین
سر آکلینڈ کے فنانشل تجربون کا اندازہ بخوبی کر چکے تھے جبکہ مالی امور مصر کی
سرانجام دہی مین مصروف تھے . گورنمنٹ ہند کو سر آکلینڈ کالون کے روانہ کیے
جانے کی ترغیب دی -

حقیقت یہ ہے کہ سر آکلینڈ کی موجودگی مصر نے وہان کی مالی حالت مین قاعدہ اور انتظام
پیدا کیا - اور جب سر ایولن بلا لیے گئے اور ہندوستان کے فنانشل منسٹر مقرر
ہوے تو سر آکلینڈ کالون ایک فرنچ ہمصفیر کے ساتھ اون کے عہدہ کے
خدمات بھی ادا کرتے رہے - اور جو عزت کہ مصر کو یورپ کے بازار تجارت مین
اس وقت حاصل ہے وہ زائد تر انھین یورپین منتظمین کی بہی خواہی کی مشکور ہے
عربی پاشا کی مشہور لڑائی کے زمانہ مین سر آکلینڈ کالون نے جو اوسوقت تک
قاہرہ مین تھے اور حضور ملکہ معظمہ کے ریپریزنٹیٹو سر اے مالٹ بھی رخصت
پر تھے نہایت قابل تعریف کام کیے - ۹ ستمبر کی صبح کو جبکہ عربی پاشا کے
ساتھیون کی تعداد و سر اوٹھا چلی تھی اونکی دلیرانہ صلاح یہ ہوئی کہ قبل اسکے کہ عربی

پاشا کا کوئی عذر سنا جاوے خدیو کو اپنی حکومت کا اعلان تمام فوج مین گشت
کرا دینا اور باغیون سے انکی تیغ و سپر طلب کر لینا چاہیے۔

کچھ شک نہین کہ اگر اس مدبرانہ صلاح پر عمل کیا جاتا تو مصر کی لڑائی کو
ذرا بھی طول نہ ہوتا اور خود عربی پاشا جو اپنی خام خیالی کے نتایج سے خوف زدہ
ہو گئے تھے راہ راست پر آجاتے۔ مگر بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا اور وہی نتیجہ ہوا
جسکو سب لوگ جانتے ہین اور یہان اس بات کا بیان کرنا کہ جب تک عربی
پاشا کو شکست نہین ملی خدیو مطیع رہا بار سے طول عمل ہے۔

سر آکلینڈ کالون گولہ باری اسکندریہ کے وقت بھی موجود تھے جن سے
سر بیکمپ سیمور (ایڈمائرل) کو بیش قیمت پولیٹیکل مشورون کی مدد ملی۔

امن قایم ہونے پر صاحب موصوف جو اسی زمانہ مین "آرڈر آف سینٹ
میکایل اینڈ سینٹ جارج" کے "نائٹ" ہو چکے تھے ہمارے فارین آفس اور
خدیو کی خاص خواہش سے واپس آکر گورنمنٹ مصر کے مشیر مال مقرر ہوئے
جہان کہ انھین اپنی مشہور قابلیتون کے صرف کرنے کا موقع ۱۸۸۳ء تک حاصل
رہا۔ جب کہ وہ ہندوستان مین سر ایولن بیرنگ کی جگہ پر طلب کر لئے گئے تھے۔
سالہاے گزشتہ مین سر آکلینڈ کی مستعد لیاقتون کا خوبی امتحان ہوا۔ اور ۱۲
نومبر ۱۸۸۷ء کو انھون نے سر آلفرڈ لایل سے ممالک متحدہ کی لفٹنٹ گورنرشپ
کا چارج لے لیا۔ اور بعد ایک ہفتہ کے جو تقریر بلحاظ چانسلر الہ آباد یونیورسٹی فرمائی
گئی تھی وہ اہم اور دلچسپ تھی۔

ہمنے ایک سربرآوردہ مگران دوست انگریز کی افیشیل لایف بیان
کرکے اپنے ناظرین کو یقین دلایا ہی کہ ہندوستانی سول سروس کے انگریز ارکین
اون تمام اہم خدمات کی سرانجام دہی مین نایاب ہوشیاری اور ایمانداری
صرف کرسکتے ہین جو تاج برطانیہ اونکو سپرد کرتا ہی اور سر اکلینڈ کالون کی خدمات
مصر اور ہندوستان۔ اور سالانہ بجٹ کی تیاری ہمارے یقین کی شہادتین
دے رہی ہی۔ یہ سر اکلینڈ کالون ہی کی رحم دلی اور ہمدردی تھی جس نے
ایکبار جبکہ گورنمنٹ ہند کی مالی ضرورتون کے پورا کرنے کی غرض سے لگان اراضی
کی زیادتی تجویز ہوئی۔ حکام کے ہاتھون اور ارادون کو اپنی مدبرانہ فصاحت سے
روک دیا تھا۔

علاوہ ان بھلائیون کے جو بلحاظ فنانشل منسٹر اور سکرٹیری گورنمنٹ عمل مین
آئین صاحب موصوف ہم ہندوستانیون مین اشاعت علوم و روشنضمیری کے
بھی سچے حامی ہین۔ جیسا کہ اون کی عام تقریرونسے واضح ہوتا ہی۔ وہ ہماری قومی
تعلیمگاہ محمڈن۔ اینگلو۔ اورینٹیل کالج علیگڈھ کے وزیٹر بھی ہین۔ جہان کہ گذشتہ
سال تشریف لے گئے تھے۔ اور ہماری تعلیم کی بابت جن خیالات کا اظہار ہوا تھا
ثابت ہوتا ہی کہ بحیثیت صوبجات متحدہ کے حاکم اعلی ہونے کے صاحب موصوف
کو حضور ملکہ معظمہ کی عامۂ رعایا کی بہبودی محفوظ ہی۔ اور اسوقت تک عہد حکومت
ممالک شمال و مغرب نہایت انصافانہ حکمت عملی پر مبنی رہا ہی۔ جہانتک ہم دیکھتے
ہین اون سے زیادہ کوئی شخص یہ نہین چاہتا ہی کہ نوعمر ہندوستانی جو اس تعلیم

ترمیت کے تیس۳۰ سال کے عرصہ مین پیدا ہوے اور جو ایک "جزو اعظم" ہین قدردانی کی جاوے۔ اور جیسا کہ ۱۲ دسمبر ۱۸۸۴ء کے پاپونیر مین ایک مدبرانہ تحریر کے ذریعہ سے اس خصوص مین بہت سے فیاضانہ خیالات کا اظہار بھی ہوا تھا* لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا ہی کہ کانگریس کی فوج نے جن جن طریقون سے کارروائی کی یا "جتنے آلات حرب وہ استعمال" مین لائی ہی اون سب کو وہ پسند کرتے۔

ایسے وقت کہ "ہندوستانیون کا خیال آگے کو بڑہتا جاتا اور اس شوق و خواہش مین تھا کہ اپنے دائرہ افعال کو وسعت دے اور جو کام اوسکے حصہ کا ہی کرے۔ آمد و رفت کی بڑی آسانیون کے اثر سے بہت جلد پختگی پاکر۔ انگلستان کے حالات سے واقف و مشتاق ہوکر اور اون موقعون سے پرہمت بنکر جو سالہاے امن و آزادی سے اوس کو حاصل ہوے تھے۔ آخرکار اپنی قوتونسے واقف ہونے مین اپنے تئین کامیابی کو محسوس کر ہی چلا تھا کہ اپنے مین چند دانشمند۔ خیرخواہ۔ محب وطن۔ اور نیک نیت حضرات ایک قدم آگے بڑہانے نہین بلکہ ہندوستان مین جمہوری اصول کے عملدرآمد۔ اور پارلیمنٹری طرز حکومت کے اجرا کے خواہشمند ہوکر کہ جس کو خود انگلستان نے بتدریج اور زمانۂ دراز کی محنتونسے حاصل کیا ہی ایک نامعلوم مقام مین جست لگانے" مستعد ہوے

---

* یہ مضمون جس کی ہیڈنگ تھی کہ "اگر یہ اصلی ہی تو اس کے کیا معنی ہین؟" بہت مقبول ہوا تھا۔ اور ہندوستان و انگلستان مین بڑی اشاعت ہوئی تھی۔

بہت بڑے ہنگامے اور دعوے ستے یہ خواہش اگر کسی ایسے ملک مین کیجاتی جہان کہ عامہ رعایا کو حدود آزادی واطاعت مین تمیز ہوتی - وہ اوس طرز حکومت کو جسکے اجرا کی خواہش کی گئی ہر سمجھ سکتے - اور سب سے بڑھکر بیعت پولیٹیکل فریق اوس حیثیت مخالفانہ کی ذمہ داری برداشت کرسکتے جسے انھون نے اختیار کیا ہر - کچھہ مضایقہ نتھا - مگر ہندوستان مین صرف انگریزی تعلیم یافتہ لوگون کی جانب سے جو ابھی تک قلیل تعداد مین ہین اور جنکو عام آبادی سے کوئی نسبت نہین ہر ایک خواہش کی گئی اور اوس مین غیر انگریزی تعلیم یافتہ فرقے کی شرکت کے جد وجہد مین ایسے طریق عمل اختیار کیے گئے جو سر سے سے خلاف کانسٹیٹیوشن ہونے کے علاوہ اس ملک کے لئے اجنبی اور مضر نتایج پر مبنی تھے -

" کون دانشمند خیال کرسکتا ہر کہ دولت برطانیہ اس عظیم الشان سلطنت کی عنان حکومت وانتظام کو جسکے لئے وہ خدا اور سویلزیشن دونون کے روبرو جوابدہ ہر ایک قلیل گروہ کے دست قدرت مین سپرد کردینے پر قناعت کرلیگی؟ ملکی انتظام مین اصلاح یا فروگزاشت کا رفع ہو جانا - اور ایک بھلائی کا جو سابق سے چلی آتی ہر زیادہ عرصہ تک جاری رہنا موجودہ طریق حکومت کے اعلیٰ اور نمایان اوصاف مین داخل ہر - مگر جمہوری اصول کے عملدرآمد یا اونکی اشاعت سے فی الحال نکے سادہ دل ہندوستان مین بجز اس نتیجہ کے کچھہ حاصل نہین ہوسکتا کہ شاہی حقوق وعزت کے ساتھہ گستاخی اور بے ادبیکا

برتاؤ جس کو یہاں کی تمام رعایا صدیوں سے بادب تسلیم کرتی چلی آتی ہے اور انگلستان کی نسبت بھی مسٹر جسٹس مکارتھی ایم۔ پی ریسٹ لٹ نارتھ امریکن ریویو کے اسی سال کے ایک نمبر میں بیان کرتے ہیں کہ وہاں "شاہی گورنمنٹ کے خلاف کبھی کوئی شورش آمیز نہیں ہوا اور نہ بلحاظ اسباب جمہوری طرز حکومت کے اصرار اور دعووں کا کوئی زمانہ آنیوالا ہے" کچھ شبہہ نہیں کہ ہمارے سابق مدبر والیسرائے کا لندن کے مینشن ہوس میں یہ فرمانا کہ "موجودہ حاکمانہ طرز سلطنت ہندوستان کے لئے بہت زمانہ تک کافی ہوگا" بہت ٹھیک ہے۔ پس ہمکو اور اون لوگوں کو جو اپنے آپ کو سچے دوست ہین اوس خدا ترس اور نیکدل گروہ پر کامل اعتبار کرنا اور اوسکا مشکور ہونا چاہیئے جس کی صدیوں کی بیدریغ کوششوں نے ہماری آنکھوں کو روشن اور ہمارے طالع خفتہ کو بیدار کر دیا ہے اور کچھ لوگ ہم میں سے عقلی معلومات کے بڑے حصہ سے آشنا ہو چلے ہیں مگر ابھی عملی وسعت کا آغاز نہیں ہوا ہے۔

ہم اپنے دوسرے نمبر میں ہنری وڈرد کی سوانح عمری سے بحث کرینگے جس نے ہندوستان اور مخصوص بنگال میں بڑے تعلیمی کام کئے ہیں۔

محمد اصغر حسین